لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

تشابہت قلوبہم

یہود کے تاریخی مآخذ سے پتہ چلتاہے کہ ان "متنبیّوں" کا سلسلہ "عہد نامہ قدیم" کی تدوین کے بعد بھی جاری رہا، اور خاص طور پر اس کی کثرت، اس معاشرے میں ہوئی، جس میں یہودی مظلومیت اور جبر و تعدّی کا شکار رہے، چنانچہ یہودی معاشرہ اپنے "نجات دہندہ" کے انتظار میں رہنے لگا، جو اسے شرمناک حالت سے نکالے، اس کے دشمن سے بدلہ لے، اور اس کا کھویا ہوا وقار و اعتبار بحال کرے، معاشرہ کے زخمی اور ٹوٹے ہوئے دل اور غم و غصّہ کے جذبات سے ذہین و ناخدا ترس اور بے دین لوگوں نے ناجائز فائدہ اٹھایا اور ان کو اپنے ذاتی مفاد اور سیاسی اغراض کو حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا، وہ اپنی ملّت کے سامنے بشارتوں اور غیب دانی کے دعوؤں کے ساتھ آگئے، اور نئی نبوت کا جھنڈا بلند کیا، اس نے ان مایوس طبیعتوں پر جادو کا کام کیا، جو ایک طویل عرصہ سے قائم رہنے والے حالات سے تنگ آچکی تھیں، اور اس طرح ان کے ماننے والوں کی ایک بڑی تعداد پیدا ہوگئی، عقائد کا اختلاف بڑھ گیا، بدعتوں کی کثرت ہوگئی اور نئے نئے فرقے پیدا ہونے لگے، اس صورت حال نے اصل یہودی تعلیمات کے لئے ایک بڑا خطرہ پیدا کر دیا اور غیرت و حمیّت رکھنے والوں کو چونکا دیا،

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

(منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین ص ۲۰۶)

Regd No. LW/NP 56

TAMEER-E-HAYAT

Fortnightly

Phone :- 42948 / 48747

NADWATUL-ULAMA LUCKNOW 230007 (INDIA)

ان گذارشات کے بعد آپ سے ہماری درخواست ہے کہ وقت کی اس ضرورت اور دارالعلوم کی افادیت کو سمجھتے ہوئے پوری فراخدلی اور ہمت سے کام لیکر ان تمام کاموں میں بھرپور تعاون و اعانت فرمائیں کہ ہندوستان میں دین کے قلعوں کی حفاظت کی اس سے بہتر کوئی سبیل اور اس سے زیادہ پائیدار کوئی صدقہ جاریہ نہیں۔ آپ میں سے جو لوگ ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ جشن تعلیمی میں شریک تھے، ان کو یاد ہوگا کہ اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے غیر ملکی معزز عرب مہمانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:۔

"یہ سونے کی چڑیاں سب اڑ جائیں گی، ہم اور آپ یہاں رہینگے۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ اب آپ کو چھٹی مل گئی، ہم آپ کو چھوڑنے والے نہیں، ہمارے سفیر آپ کے گھروں پر جائینگے۔ آپ کے چار آنے آٹھ آنے ہم کو عزیز ہیں۔ یہ جو کچھ دینگے وہ اس دولت کا ہزاروں حصہ ہوگا جو خدا نے انکو دیا ہے اور جو آپ دینگے وہ آپکے گاڑھے پسینہ کی کمائی ہوگی۔"

خدا کا شکر ہے کہ ہم ان بیش قیمت اصولوں کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں، ہمارے نزدیک مالیات، بجٹ اور عظیم الشان عمارتوں سے زیادہ وہ مقصد عزیز ہے جس کے لئے یہ دارالعلوم قائم کیا گیا ہے، یعنی جدید زمانہ میں اسلام کی مؤثر اور صحیح ترجمانی دین و دنیا کی جامعیت اور علم و روحانیت کے اجتماع کی کوشش، فتنۂ لادینیت اور ذہنی ارتداد کا مقابلہ، اسلام پر اعتماد اور علوم اسلامیہ کی برتری و امتیاز کا اعلان و اظہار، دین حق سے وفاداری اور شریعت پر استقامت، مسلک کی اس قدر تشریح اور وضاحت کے بعد ہمیں اب مزید کچھ کہنے کی حاجت نہیں، ہم اللہ کا نام لے کر انہیں سے متعدد اہم کام جنمیں سرفہرست "دارتحفیظ القرآن الکریم" اور ایک عظیم الشان لائبریری کا قیام ہے (جہاں انشاء اللہ مطالعہ، بحث و تحقیق اور علمی استفادہ کا اعلیٰ انتظام ہوگا) آغاز کر رہے ہیں۔

ہندوستان کے مسلمانوں سے خواہ وہ اس طویل و عریض ملک کے کسی علاقے کے ہوں ہماری مکرر درخواست ہے کہ وہ اس کام کی اہمیت کو سمجھیں اور اسکو اپنا ہی کام سمجھیں، ہمیں یقین اور اللہ تعالیٰ کی ذات عالی پر پورا بھروسہ ہے کہ انشاء اللہ مولانا مدظلہ کی بیش قیمت و بابرکت رہنمائی و نظامت میں اگر احباب و مخلصین نے پوری دلچسپی لی تو ہمارا یہ پیغام نہ صرف ملک کے گوشہ گوشہ بلکہ عالم اسلام کے کونے کونے میں پہونچے گا۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز

(مولانا) معین اللہ ندوی (نائب ناظم ندوۃ العلماء)

(مولانا) محب اللہ لاری ندوی (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء)

(جناب) مصباح الدین نقوی (معتمد مال ندوۃ العلماء)

اسٹاف کوارٹرس

حضرات اساتذۂ کرام کے لئے رہائشی مکانات کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے، چنانچہ چار دو منزلہ مکانات کی تعمیر مکمل ہوگئی زیر استعمال ہیں، لیکن مزید مکانات کی ضرورت ہے۔

کتب خانہ

دارالعلوم ندوۃ العلماء کا کتب خانہ ہندوستان کے گنے چنے کتب خانوں میں سے ایک معروف و مشہور کتب خانہ سمجھا جاتا ہے، جہاں علوم سے دلچسپی رکھنے والے بیرونی ممالک کے بھی لوگ استفادہ کرتے ہیں۔ یہ کتب خانہ دارالعلوم کے وسیع و عریض ہال میں عرصے قائم ہے اسکے لئے علیحدہ عمارت کی ضرورت کا عرصہ سے احساس ہو رہا تھا، بحمد اللہ کتب خانہ کی نئی عمارت کی تعمیر کا آغاز ہوگیا ہے، اللہ تعالیٰ تکمیل فرمائے۔

دار تحفیظ القرآن الکریم

دارالعلوم ندوۃ العلماء نے جب دارالعلوم میں شعبۂ حفظ کا افتتاح کیا تھا اسیوقت یہ ارادہ بھی کر لیا تھا کہ اس شعبہ کے لئے علیحدہ عمارت ہوگی جس میں تعلیم کے ساتھ رہائش کا بھی نظم ہوگا۔ اس عمارت کا بھی نقشہ منظور ہوگیا ہے

خدا کے بھروسہ پر مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب عبداللہ بن عبداللہ زائد کے ہاتھوں اس کا بھی سنگ بنیاد رکھ دیا گیا نیز انھیں کے ہاتھوں طلبہ کی سہولت کی خاطر ایک ڈسپنسری کی بھی بنیاد رکھ دی گئی۔

پریس اور دفاتر کی عمارت

پریس اور مختلف دفاتر کے لئے علیحدہ ایک عمارت بھی عرصہ سے زیر تجویز رہی ہے تاکہ دارالعلوم کی عمارت صرف تعلیمی اغراض ہی میں استعمال ہو، سارے درجات اسی میں رہیں جگہ کی تنگی کی وجہ سے جو انتشار کبھی کبھی ہو جاتا ہے وہ ختم ہو جائے چنانچہ اس عمارت کا بھی نقشہ منظور ہوگیا ہے اور اس عمارت کی تعمیر بھی ہونا ہے۔

لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر (۱۷) | ۱۰ اگست سنہ ۸۰ء ـ ۲۷ رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۰ھ | شمارہ نمبر ۱۹

زرِ تعاون

اندرون ملک	۱۶ روپے
فی پرچہ	۸۰ پیسے
بیرون ملک بحری ڈاک جملہ ممالک	۴ پونڈ
ہوائی ڈاک	
ایشیائی ممالک	۶ پونڈ
افریقی ممالک	۷ پونڈ
یوروپ امریکہ	۹ پونڈ

ملّتِ اسلامیہ کے لیے

ایک نیا دردِ سر

ہم ان صفحات میں مختلف ملی و دینی مسائل پر لکھتے رہتے ہیں اور کوشش یہ کرتے ہیں کہ امت اسلامیہ جن مسائل و مشکلات اور خطرات سے دوچار ہے ان کو اپنے فکر و اہتمام کا موضوع بنائیں، آنے والے خطرات کی نشان دہی کریں، نئے نئے فتنوں سے ملت کو باخبر اور ان کے سدِ باب کی کوششوں میں تعاون کریں اور جو لوگ دین کی خدمت کر رہے ہیں ان کی ہمت افزائی کریں، مگر ایران کے خونیں انقلاب اور اس کے بعد پیش آنے والے واقعات کے بارے میں ہم نے قلم اٹھانے سے قصداً گریز کیا کیوں کہ حالات بڑے پیچیدہ اور انتہائی سنگین تھے اس لئے اس پر اظہار خیال بڑی ذمہ داری کی بات تھی، جبکہ تحریکی مزاج رکھنے والوں نے اس انقلاب کی غیر معمولی جذباتی تائید کی اور بعض منچلوں نے تو اس انقلاب کا سہرا برصغیر کی ایک مشہور شخصیت کے سر منڈھ دیا لیکن اس سوال کو قطعاً قابل اعتناء نہیں سمجھا گیا کہ آخر یہ تحریک خود اپنی ہی سرزمین پر کوئی صالح انقلاب برپا کرنے میں کیوں ناکام ہو گئی؟

ظلم و ستم کے خلاف آواز اٹھانا برحق اور ظالم کو ظلم سے روکنا انتہائی دانشمندی کی دلیل ہے مگر اس راہ میں لاکھوں انسانوں کو جھونک دینا کسی طرح بھی صحیح نہ تھا۔ پھر اس کے بعد انتقام اور سزا کے چکر نے اس انقلاب کی معنوی قدر و قیمت کو نہ صرف غیر معمولی نقصان پہنچایا بلکہ اس کے ڈانڈے فرانسیسی اور روسی انقلاب سے ملا دیا جس میں کروڑوں معصوم انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ اگر کسی انقلاب کے علمبرداروں کا مقصد محض سیاست و تنظیم، حصول اقتدار اور مادیت ہے تو یہ خونیں انقلاب اس کا لازمی اور فطری نتیجہ ہے لیکن اس انقلاب کے نتیجہ میں قائد انقلاب مہدی موعود ہونے کا دعویٰ بھی کر بیٹھے اس کا انکشاف خمینی کی اس تقریر سے ہو رہا ہے جو انھوں نے ۳۰ جون کو تہران ریڈیو سے کی تھی۔

اس تقریر میں (جو کویت کے ممتاز روزنامہ "الرای العام" میں شائع ہوئی اور جس کی تردید یا نفی ابھی تک نہیں ہوئی ہے) خمینی نے امت مسلمہ کے ختم نبوت اور تکمیل دین کے بنیادی عقیدے کو چیلنج کرتے ہوئے صاف کہا ہے کہ،

" اب تک کے سارے رسول، جنہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں، دنیا میں عدل و انصاف کے اصولوں کی تعلیم کے لئے آئے لیکن وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکے، حتی کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو انسانیت کی اصلاح اور مساوات قائم کرنے آئے تھے اپنی زندگی میں نہ کر سکے۔ وہ واحد ہستی جو یہ کارنامے انجام دے سکتی ہے اور دنیا سے بددیانتی کا خاتمہ کر سکتی ہے امام مہدی کی ہستی ہے اور وہ مہدی موعود ضرور ظاہر ہوں گے۔"

اس طرح کے دعوے نئے نہیں ہیں، اس سے پہلے بھی لوگوں نے مہدی اور نبی ہونے کے دعوے کئے ہیں لیکن تاریخ کے کباڑ خانے میں ایسے مدعیوں کو جو جگہ ملتی رہی ہے اسی کے لئے بھی مقدر ہے۔

اگر خمینی کا مقصد اس دعوے سے امام غائب کے شیعی عقیدے کا اظہار اور اپنے کو امام حاضر بنا کر پیش کرنے کی یہ تمہید ہے تو یہ ان کا قومی اور ذاتی مسئلہ ہے اور ہم اس نجی معاملہ میں مداخلت کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے لیکن اگر ان کو ایرانی انقلاب کی کامیابی اور عالمی پریس کی بخشی ہوئی شہرت سے کچھ غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے اور وہ پوری امت پر اس خونیں انقلاب کو مسلط کرنا اور اپنے کو قائد کی حیثیت سے منوانا چاہتے ہیں تو ہم ان کی اس خوش فہمی یا غلط فہمی کا ازالہ کرنے کے لئے پوری طرح چوکس ہیں اور امت مسلمہ ایسے دجالوں اور جھوٹے نبیوں کے دام فریب میں مبتلا ہونے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہے۔

رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سکریٹری شیخ محمد علی الحرکان نے ایڈیٹر البعث الاسلامی کے نام ایک مفصل تار میں خمینی کی اس تقریر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے سخت ترین الفاظ میں مذمت کی ہے اور اس کو عالم اسلام ہی نہیں پوری امت اسلامیہ کے لئے نئے خطرہ سے تعبیر کیا ہے اور اسلامی صحافت سے مطالبہ کیا ہے کہ اس فتنہ سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے حرکت میں آئے۔

هم رابطہ کے اس مطالبہ پر لبیک کہتے ہیں اور مسلمانوں کو اس خطرناک دعوے اور اس کے سنگین اثرات و نتائج سے متنبہ کرتے ہوئے خمینی کے پُرجوش مؤیدین اور جذباتی حامیوں سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے موقف پر نظر ثانی کریں اور جوش و جذبات کے بجائے ہوش و دانشمندی اور سنجیدگی سے کام لیں کہ مسئلہ دین کے بنیادی عقیدے کا ہے۔

(ت ـ ح)

اس دائرہ میں اگر سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان، آپکی خدمت میں پہنچتا رہے تو اس کا سالانہ چندہ مبلغ سولہ روپے ارسال فرمایئے۔ اگر اگلے شمارہ کی روانگی سے پہلے آپ کا چندہ یا خط موصول نہ ہوا تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو وی۔ پی۔ سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ مع وی پی خرچ ۲۵/۱۹ روپے کے مطالبہ میں وی۔ پی۔ سے روانہ ہوگا۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں۔

کتاب و سنت سے

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت

مولانا سید عبد الحی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ .. ..

(سورہ فتح آیت ۲۹)

محمد خدا کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (خدا کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور خدا کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم ہیں) اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں۔ (وہ) گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اس کو مضبوط کیا، پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے تاکہ کافروں کا جی جلائے، جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے خدا نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

فرمایا:-

اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔

(سورۂ توبہ آیت ۱۰۰)

اور جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے پہلے (ایمان) مہاجرین میں سے بھی انصار میں سے بھی اور جنھوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی خدا ان سے خوش ہے اور خدا سے خوش ہیں، اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

فرمایا:-

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ .. ..

(سورۂ حدید آیت ۱۰)

جس شخص نے تم میں سے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی وہ (اور جس نے یہ کام پیچھے کئے وہ) برابر نہیں ان لوگوں کا درجہ ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے جنھوں نے بعد میں خرچ (اموال) اور (کفار سے) جہاد و قتال کیا، اور خدا نے سب سے (ثواب) نیک کا، وعدہ تو کیا ہے اور جو کام تم کرتے ہو خدا ان سے واقف ہے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میرے صحابہ کے بارے میں خدا سے ڈرو، میرے بعد ان کو ملامت کا نشانہ نہ بنا لو، جس نے ان سے محبت کی میری محبت کے سبب ان سے محبت کی، جس نے ان سے بغض کیا مجھ سے بغض کے سبب ان سے بغض کیا، اور جس نے ان کو تکلیف پہنچائی بلاشبہ اس نے اللہ کو تکلیف پہنچایا، اور جس نے اللہ کو تکلیف پہنچایا (وہ اس خطرہ میں ہے کہ) جلد ہی اس کو عذاب خدا پکڑ لے۔ (رواہ الترمذی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت کے سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو میری صدی میں ہیں، اس کے بعد وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے، حضرت عمران فرماتے ہیں کہ مجھے (اچھی طرح یاد نہیں کہ آپ نے اپنے قرن (صدی) کے بعد دو مرتبہ (ثم الذین یلونہم) فرمایا یا تین مرتبہ۔ پھر تمہارے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو گواہی دیں گے اور ان کی گواہی ناقابل اعتبار ہو گی۔ وہ خیانت کریں گے، امانت دار نہ سمجھے جائیں گے نذر مانیں گے اور نذر پوری نہ کریں گے۔ ان کے اندر موٹاپا پیدا ہو جائے گا۔

(رواہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگوں میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو میری صدی میں ہیں، پھر ان کے بعد جو لوگ آئیں گے ان کا درجہ ہے پھر ان کے بھی بعد جو لوگ آئیں گے ان کا درجہ ہے، اس کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جن میں جھوٹ عام ہو جائے گا نہ ان کی قسم کا اعتبار ہو گا نہ شہادت کا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے صحابہ کو بُرا بھلا مت کہو اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو بھی ان میں سے کسی کے ایک مد یا آدھا مد خرچ کرنے کے برابر نہ پہنچے گا۔

(رواہ البخاری)

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا، حضرت جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پوچھا آپ لوگ بدر میں لڑنے والوں کا کیا مرتبہ سمجھتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام مسلمانوں سے افضل یا اسی کے مثل الفاظ فرمائے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا اسی طرح بدر میں حاضر ہونے والے فرشتوں کا مرتبہ بھی دیگر فرشتوں سے بڑھا ہوا ہے۔ (رواہ البخاری)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا، مجھے توقع ہے کہ (مسلمانوں میں سے) جو لوگ غزوۂ بدر اور حدیبیہ میں شریک ہوئے ہیں ان شاء اللہ آگ میں نہیں داخل ہوں گے۔ (یہ سن کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اللہ کے نبی کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا، "اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا"[1] تم میں سے ہر شخص اس میں وارد ہو گا۔ آپ نے فرمایا، کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ نے فرمایا، "نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا"[2] (پھر ہم ان لوگوں کو نجات دیں گے جنھوں نے تقویٰ اختیار کیا۔ (رواہ ابن ماجہ)

مسلم کی ایک روایت میں حضرت ام بشر سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا درخت کے نیچے جن لوگوں نے بیعت کی ہے ان شاء اللہ ان میں سے کوئی آگ میں نہیں داخل ہو گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا! حدیبیہ کے دن ہم لوگ ایک ہزار چار سو آدمی تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے فرمایا، آج تم لوگ دنیا کے سب سے بہتر لوگوں میں سے ہو)۔ (متفق علیہ)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، انصار سے مومن ہی محبت کرے گا، ان سے بغض وہی رکھے گا جو منافق ہو، جس نے انصار سے محبت کی اس سے اللہ تعالیٰ محبت فرمائے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اس سے اللہ تعالیٰ بغض رکھے گا۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا، آپ نے ارشاد فرمایا، اگر میں خدا کے بعد کسی کو دل میں جگہ دیتا تو بلاشبہ وہ ابوبکر ہوتے لیکن وہ میرے بھائی اور ساتھی ہیں۔ (متفق علیہ)

(بقیہ ص...)

[1] سورہ مریم آیت ۷۱، [2] ایضاً آیت ۷۲

اسلام کا جشنِ مسرّت

مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی مرحوم

دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس کے یہاں اظہار مسرت کے کچھ دن نہ ہوں، ہر قوم سال میں ضرور چند دن مسرت و شادمانی کے ترانوں میں اپنا غم غلط کرتی ہے۔ اسلام نے بھی اپنے پیروؤں کو ایسے پرسرور مواقع عطا کئے ہیں لیکن اس طرح کہ خوشی کے ان لمحات میں بھی وہ اپنے مقصد حیات کو فراموش نہ کرنے پائیں بلکہ یہ مسرت بخش مواقع ان کے اندر مقاصد کو بروئے کار لانے کا اور زیادہ جذبہ پیدا کر دیں۔ ذیل کی سطروں میں انھیں حقائق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مکی زندگی مصائب و آلام سے پر تھی۔ وہاں کفار قریش کی طرف سے مسلمانوں پر اس طرح مسلسل مظالم ہوتے رہتے تھے کہ انھیں دم مارنے کا موقع نہ تھا نہ پُراطمینان مسرت کا۔ اس لئے نہ وہاں رمضان کے روزے فرض ہوئے نہ کوئی پُرمسرت تقریب ہوئی۔ ہجرت کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور کسی قدر اطمینان مسلمانوں کو نصیب ہوا تو رمضان کے روزے فرض ہوئے اور ان کے بعد عید کی مسرت بخش تقریب کا سلسلہ شروع ہوا۔

آپ کی تشریف آوری سے پہلے جاہلیت کے زمانہ میں مدینہ منورہ کے باشندے سال میں دو دن خوشی مناتے تھے ایک دن موسم سرما سے پہلے اور ایک دن موسم گرما سے پہلے جب رات اور دن برابر ہوتے تھے اور موسم معتدل ہوتا تھا ان دونوں دنوں میں وہ دلچسپ پروگرام بناتے کھیلتے کودتے اور طرح طرح کے تفریحی مشغلوں میں دل بہلاتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد ان میلوں کا زمانہ آیا تو آپ نے پوچھا کہ یہ کیا سلسلہ ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یہ حضورؐ کی تشریف آوری سے پہلے زمانہ جاہلیت کا دستور ہے۔ ہم لوگ ان دنوں میں کھیلتے کودتے ہیں۔ یہ (مہرجان و نیروز) کے میلے مجوسیوں سے عربوں میں آئے تھے۔ اس لئے ان کے ساتھ مجوسی عقائد و خیالات اور مجوسی تہذیب و معاشرت کا تصور ضروری تھا۔ یہ تصورات ان تصورات سے بہت مختلف بلکہ ان کے بالکل برعکس تھے جو اسلام اپنے پیروؤں میں پیدا کرنا چاہتا تھا اور جن پر اسلامی معاشرہ کی بنیاد رکھنا چاہتا ہے، اس لئے آپ نے مسلمانوں کو ان تفریحی دنوں کے منانے سے منع کر دیا اور ان کے بجائے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دو دن اظہار مسرت و شادمانی کے لئے مقرر کئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے ان سے بہتر (عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کے) دو دن تمھیں عطا کئے ہیں۔

یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ عید کے یہ دن ان تصورات کے مطابق ہیں جن پر امت مسلمہ کی تشکیل ہونے والی تھی — عیدالاضحیٰ ملت ابراہیمی کو اطاعت و سرفروشی اور قربانی و فداکاری کی ان نادرۂ روزگار مثالوں کی یاد دلاتی ہے جو اسی تاریخ میں مکہ کی مقدس سرزمین میں پیش آئی تھیں۔ اللہ کے مقدس رسولوں اور اس کے پاس بندوں کے زندہ جاوید نمونے دلوں میں ایمان و یقین صلاح و تقویٰ، ایثار و سرفروشی، اطاعت و انقیاد اور بندگی و نیازمندی کے غیر معمولی جذبات پیدا کرتے ہیں اور مومن نفس و شیطان کے پھندے سے نکل کر بے چون و چرا احکام الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا عہد کرتا ہے۔

عیدالفطر رمضان کے ساتھ وابستہ ہے اس میں رمضان کی عابدانہ زندگی اور مرضی الٰہی کے مطابق شدائد و مشکلات برداشت کرنے کا خیال آنا ناگزیر ہے اسی کے ساتھ نزول قرآن کی یاد بھی آتی ہے اور اسی یاد کے ساتھ ان مصائب و مشکلات کی تصویر نگاہوں کے سامنے پھر جاتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے جاں نثار صحابہ نے دنیا کو نور ہدایت سے منور کرنے کے لئے برداشت کئے تھے۔ ان واقعات کی یاد سے مسلمانوں کے دلوں میں غیر معمولی عزم و ہمت پیدا ہوتی ہے اور پیغام ربانی کی تبلیغ، اسلام کی اشاعت اور کلمۃ اللہ کی سربلندی کا زبردست ولولہ پیدا ہوتا ہے۔

آپ کے حسب ارشاد مہرجان و نیروز کے بجائے اضحیٰ و فطر کے دن مسرت و شادمانی کے دن قرار پائے لیکن اظہار مسرت کے لئے کوئی مضر، تکلیف دہ یا ناز یبا طریقہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی گئی، نہ کسی بے معنی رسم کو گلے کا ہار بنایا گیا۔ اس دن نہ رنگ رلیوں کی اجازت دی گئی نہ فحش و بدمستی کو جائز قرار دیا گیا نہ بے حیائی و بدکاری کو روا رکھا گیا نہ شور و غل اور دھینگا مشتی پسند کی گئی نہ بدتہذیبی اور بداطواری کی ہمت افزائی کی گئی نہ فضول رسموں اور لایعنی مشغلوں کو رواج دیا گیا نہ تکلیف دہ اور دل آزار تفریحوں کی اجازت دی گئی نہ رقص و سرود کی محفلیں آراستہ کی گئیں نہ شراب و کباب کے دور چلائے گئے بلکہ ان مخرب اخلاق باتوں کو یک قلم ترک مسرت و شادمانی کے ان مواقع میں بھی امت مسلمہ کو تہذیب و شائستگی اور متانت و وقار کو قائم رکھنے کی تاکید کی گئی اور اس روز ایک ایسا بہترین پروگرام تجویز کیا گیا جو ان مقاصد کی تقویت کا باعث ہو جنھیں بروئے کار لانا اسلام کے پیش نظر ہے۔

اسی غرض سے اس ذہنی پس منظر کے علاوہ جو ان دنوں کے تعین میں پیش نظر تھا جس کی طرف اس مضمون کے شروع میں اشارہ کیا جا چکا ہے انفرادی اور اجتماعی محاسن سے پُر ایک موثر لائحہ عمل تجویز کیا گیا۔

عید کا چاند دیکھتے ہی غریبوں اور مجبوروں کی جانب توجہ کرنے کا حکم دیا گیا، تاکہ عید کے پرمسرت اجتماع میں کسی کو تنگدستی کی شکایت نہ ہو۔ امیر ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر غریبوں کی مدد کریں اس کام کو اتنی اہمیت دی گئی کہ نماز عید سے پہلے اس فرض سے سبکدوشی ضروری قرار دی گئی یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نماز سے پہلے زکوٰۃ فطر ادا کی اس کا یہ فطر قبول کیا جائے گا لیکن جو نماز کے بعد ادا کرے گا اس کا شمار ادائیگی فرض میں نہ ہوگا بلکہ وہ عام خیرات اس حکم کی بنا پر ایک مرتبہ ساری بستی پر نظر پڑ جاتی ہے اور امراء، غرباء کی اعانت کے لئے کمربستہ ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس اجتماعی تقریب میں امیروں کو دیکھ کر غریبوں کے دل میں نفرت و انتقام کے خیالات نہیں آتے بلکہ انسان شناسی اور منت پذیری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور ایک طرف ہمدردی و غمگساری اور دوسری طرف محبت و اخلاص کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طبقاتی کشمکش کے بجائے طبقاتی تعاون کی لہر ساری قوم میں دوڑ جاتی ہے۔

عید کے دن سورج نکلتے نکلتے نہا دھو کر صاف کپڑے پہن کر خوشبو سے معطر ہو کر ہلکا سا ناشتہ کر کے ایک مہینہ کی سخت پُرمشقت عبادت کو کامیابی سے ختم کرنے کی خوشی میں شکرانہ نعمت کے طور پر خدا کے حضور میں حاضری کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں روزانہ نماز کے لئے پکار ہوتی ہے لیکن آج نہ اذان ہے نہ اقامت۔ مقصود یہ ہے کہ اظہار تشکر کے لئے کہنے اور توجہ دلانے کی کیا ضرورت ہے، اہل ایمان اللہ کا نام لیتے ہوئے اس کی کبریائی الوہیت اور حمد کے الفاظ کہتے ہوئے اپنا فرض سمجھ کر بے طلب حاضر ہو جاتے ہیں۔ ساری بستی کے مسلمان ایک وسیع میدان میں اکٹھا ہو کر سب سے پہلے دوگانۂ شکر ادا کرتے ہیں اور نمازوں کے ساتھ مزید تقرب کے لئے نوافل پڑھی جاتی ہیں لیکن یہاں مومن کے جذبۂ تشکر کا تقاضا ہے کہ سب سے پہلے دوگانۂ شکر ہی ادا کرے پھر اللہ تعالیٰ کی مرحمت خسروانہ کا تقاضا ہے کہ شکرگزار بندوں کو کچھ دیر کے لئے مزید خدمت سے معاف کر دیا جائے اسی بنا پر عید سے پہلے اور اس کے بعد کوئی نماز نہیں پڑھی جاتی۔ جمعہ وغیرہ کے اجتماع میں نماز سے پہلے وعظ و نصیحت کے لئے خطبہ فرض کیا گیا ہے تاکہ خدا کی یاد کے لئے دلوں میں گداز پیدا ہو اور وہ خشوع و خضوع کے ساتھ اس کے حضور میں جھک سکیں لیکن عید کی شکرگزارانہ فضا میں اس کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور نماز خطبہ سے مقدم کر دی گئی۔

نماز ہی خدا کی عظمت و جلال اور ربوبیت و رحمت کی یاد دلاتی ہے اور دلوں میں اطاعت و فرمانبرداری کا غیر معمولی شوق پیدا کرتی ہے لیکن آج نماز میں روزمرہ سے متعدد تکبیریں زائد ہیں تاکہ اللہ کی عظمت و کبریائی کا مزید نقش دل پر بیٹھ جائے اور اللہ اکبر کے پرشکوہ و جبروت الفاظ مومن کے دل سے ماسوا کا ہر نقش دھو دے اور زندگی کے میدان میں پوری بے خوفی کے ساتھ مسلمان قدم رکھیں اور احکام الٰہی کی تعمیل میں کسی کے

(بقیہ صفحہ ۹ پر)

ندوۃ العلماء

ایک جامع دبستانِ فکر و مکتب خیال

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ندوۃ العلماء کی فکری تحریک (۱۳۱۱ھ ۱۸۹۴ء) جس کے بانی مولانا سید محمد علی مونگیری تھے اور جس کی رہنمائی ان کے بعد عرصہ تک مولانا شبلی اور ان کے نامور رفقاء نے کی اور اس کے قائم کردہ دارالعلوم میں اس کی صلاحیت تھی کہ وہ اسلام اور مغربی ثقافت اور علمائے دین و جدید طبقہ کے درمیان پل کا کام کر سکے اور ایک ایسا متوازن فکر تیار کر سکے جو قدیم و جدید دونوں کے محاسن کا جامع ہو اور اس مدرسۂ فکر کے ذمہ داروں کے الفاظ میں "اصول و مقاصد میں سخت اور بے لوچ اور فروع و وسائل میں وسیع اور لچکدار ہو"۔

ان کے نزدیک دینی نصاب تعلیم ایک تغیر و ترقی پذیر ذریعۂ تعلیم و تربیت تھا جس کو زمانہ کی تبدیلیوں اور تقاضوں کے مطابق (اپنی روح و مقاصد اور اساس علوم کی حفاظت کے ساتھ) بدلتے اور ترقی کرتے رہنا چاہئے، وہ ان کے نزدیک ایک جامد، متحجر (FOSSILISED) نصاب ہونے کے بجائے ایک زندہ و نامی جسم کی طرح از زندگی، ترقی اور وسعت کی صلاحیتوں سے بھرپور ہے، دوسرے الفاظ میں دین ایک ابدی حقیقت ہے جس میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں، لیکن علم ایک پھلنے اور پھولنے والا درخت ہے جس کا نشو و نما برابر جاری رہے گا، اسلام ان کے نزدیک ایک عالمگیر و جاوداں دین اور زندگی ہے، اس لئے ذہن انسانی کے ارتقاء و تنزل اور تغیرات کی مختلف منزلوں سے اس کا سابقہ پڑنا اور ان بدلے ہوئے حالات و تصورات و افکار میں رہنمائی کا فرض انجام دینا اور پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کو رفع کرنا ایک قدرتی امر ہے اس کے اس ذریعۂ تعلیم کو بھی (جو اسلام کے نمائندوں اور اس کے شارحین کو تیار کرتا ہے) اپنے دائرہ کو برابر وسیع کرتے رہنے اور اپنی صلاحیت اور زندگی کا ثبوت دیتے رہنے کی ضرورت ہے، ندوۃ العلماء کے بانیوں نے اصلاح و توسیع نصاب کی آواز بلند کی، یہ آواز ہندوستان میں (جو قدیم نظام تعلیم پر مضبوطی سے جما ہوا تھا) نامانوس آواز تھی، دوسرے اسلامی ممالک میں بھی ابھی اصلاح نصاب کی دعوت کا غلغلہ بلند نہیں ہوا تھا، اور جامع ازہر نے بھی ابھی کوئی قدم اس سمت میں نہیں بڑھایا تھا، اس کا کسی قدر اندازہ ان دو اقتباسات سے ہوگا جن میں ایک بانی ندوۃ العلماء۔۔۔ مولانا سید محمد علی مونگیری کی ایک تحریر سے ماخوذ ہے، دوسرا مولانا شبلی نعمانی کے قلم سے ہے۔

"اس زمانہ میں حالت بدل گئی ہے، وہ اعتراضات جو پہلے فلسفہ میں کئے گئے تھے اب انھیں کوئی نہیں پوچھتا اور نہ وہ فرقے اعتراضات کرنے والے باقی رہے اب ان کے اعتراضات اور جوابات سیکھنے کی ضرورت نہ رہی، اب نیا عالم، نیا دانہ، نیا پانی ہے، جدید فلسفہ کی بنا پر اس زمانہ کے مخالفین اسلام نے نئے نئے قسم کے اعتراضات کئے جو پہلے نہ تھے ان کا شافی طور پر جواب دینا قدیم فلسفہ کے جاننے سے نہیں ہو سکتا، اگرچہ کوئی کیسا ہی دعویٰ کرے، وجہ اس کی یہ ہے کہ معترض کا جواب شافی اس وقت ہو سکتا ہے کہ اس کے منشائے اعتراض کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ کس بنا پر اس نے اعتراض کیا ہے۔"

"یہ یونانی علوم نہ ہمارے مذہبی علوم ہیں، نہ ہمارے مذہب کی فہم و معرفت ان پر موقوف ہے، امام غزالی نے اپنے زمانہ سے ان علوم کو علماء کے نصاب میں اس لئے داخل کیا تاکہ ان یونانی علوم کے اثر سے جن کو اس زمانہ میں زیادہ تر باطنیوں نے پھیلا رکھا تھا علمائے اسلام واقف ہو کر اس زمانہ کے الحاد کا مقابلہ کر سکیں لیکن اب نہ وہ ملحد ہیں، نہ وہ یونانی علوم ہیں نہ ان کے مسائل کی صحت کا یقین عقل کے مدعیوں کو رہا اس لئے ان کا اثر خود بخود زائل ہو گیا اور اب ان سے اسلام کو کسی گزند کا خوف نہیں رہا اب اس کی جگہ نئے علوم ہیں نئے مسائل ہیں، نئی تحقیقات ہیں اب اس بات کی ضرورت ہے کہ ہمارے علماء ان نئی چیزوں سے واقف ہو کر اسلام کی نئی مشکلات کا حل نکالیں اور نئے شبہات کا تحقیقی جواب دیں۔"

بہرحال ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں نے یہ محسوس کیا کہ یہ مقصد اس وقت تک نہیں پورا ہو سکتا جب تک کہ ایک مثالی مدرسہ نہ قائم کیا جائے چنانچہ لکھنؤ میں سنہ ۱۳۱۶ھ (۱۸۹۸ء) میں دارالعلوم کی بنیاد رکھی گئی، اس کی بنیاد اس ابدی دین کے جو ناقابل تبدیلی ہے اور اس نمو پذیر علم کے اجتماع پر رکھی گئی تھی جو جامد اور متحجر نہیں ہوتا یہاں عقیدہ کی پختگی میں فولاد کی صلابت اور علوم آخر کی تحصیل میں ریشم کی نرمی اور ملائمیت کو جمع کیا گیا تھا کہ جس کے نتیجہ میں ایک عالم دین عقائد و عبادات کے سلسلہ میں ایک اٹل پہاڑ اور دوسری طرف علم و تحقیق اور پیش بینی میں ایک رواں دواں اور شیریں چشمہ ہو وہ ایک طرف نصوص دین اور اس کی عزیمتوں کے لئے سرحد کا محافظ اور امانت کا نگراں ہو تو دوسری جانب دین کی تفہیم و تبلیغ کے سلسلے میں ایک پرجوش مجاہد اور جدید ترین ہتھیاروں سے لیس سپاہی ہو جہاں دین کے حقائق و مقاصد کے بارے میں مصالحت و مداہنت کا روادار نہ ہو وہاں عصر جدید کے جائز تقاضوں کے پورا کرنے میں کسی جمود اور بے جا عصبیت کا بھی شکار نہ ہو، یہ ایک بہت مبارک قدم اور ایک نیا زاویۂ نگاہ تھا، ندوۃ العلماء کی تحریک محض اصلاح نصاب کی ایک تحریک نہ تھی وہ مستقل ایک دبستان فکر بھی تھا جس کی تقلید پورے اس ملک کو کرنی چاہئے تھی، جو قدیم و جدید کے معرکہ میں مبتلا اور اس کشمکش کا شکار تھا۔

لیکن اس تحریک کو قدیم و جدید دونوں طبقوں کا (اس وسیع خلیج کی وجہ سے جو ان کے درمیان حائل تھی) وہ موثر و پرجوش تعاون حاصل نہ ہو سکا جس کی وہ مستحق تھی اس کا بڑا سبب ان اہل فکر و دعوت کی کمی تھی جو ان دونوں ثقافتوں کے حامل ہوں اور اس کو اچھی طرح ہضم کر چکے ہوں اور ان اجزا سے جو بظاہر متضاد نظر آتے ہوں ایک پاکیزہ، معتدل، خوشگوار اور مفید مجموعہ بنا سکتے ہوں، جس طرح شہد کی مکھی مختلف پھولوں اور درختوں سے رس حاصل کر کے شہد تیار کرتی ہے۔

غرض کہ قوم کا ایک بڑا حصہ ان دونوں طبقوں کے درمیان ہچکولے کھاتا رہا جس میں ایک طبقہ قدیم طرز تعلیم اور مسلک سے سر مو انحراف ایک قسم کی تحریف اور بدعت سمجھتا تھا، دوسرا طبقہ مغرب سے ہر آنے والی چیز کو عظمت و تقدیس کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور اس کو ہر عیب اور نقص سے پاک سمجھتا تھا یہاں تک کہ اہل مغرب کے افکار اور فکری رجحانات بھی اس کو عظمت و علمیت کا پیکر نظر آتے تھے اور ان کو وہ ذہن انسانی کی پرواز کی آخری منزل تصور کرتا تھا، ان دونوں طبقوں کے درمیان فکر و معیار کا جو تفاوت تھا اور جس طرح وہ دو انتہائی سروں پر تھے اس کی تصویر لسان العصر اکبر الٰہ آبادی نے اس شعر میں کھینچی ہے

> ادھر یہ ضد ہے کہ لمنڈ بھی چھو نہیں سکتے
> ادھر یہ رٹ ہے کہ ساقی صراحی مے لا

اس سب کے باوجود ندوۃ العلماء کا تخیل وہ معتدل و متوازن تخیل ہے جو اب بھی اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ دینی تعلیم کو زندگی کی ایک نئی قسط ادا کرے اور اس کے ذریعہ سے ملت قدیم و جدید کی اس کشمکش اور دو برسرپیکار طبقوں کی آویزش سے نجات پائے جس نے اکثر اسلامی ممالک میں انتشار برپا کر رکھا ہے اور جس کی بنا پر بعض ممالک کا رخ سیکولرزم کی طرف ہوتا جا رہا ہے۔

رمضان المبارک کا آخری عشرہ اور چند احکامات

نیاز احمد بستوی ندوی

★

جس وقت تعمیر حیات کا یہ شمارہ آپ کے ہاتھوں میں پہونچے گا رمضان المبارک آخری عشرہ کے کچھ ایام گذر چکے ہوں گے۔ یہی وہ عشرہ ہے جس کے اندر لیلۃ القدر کے پائے جانے کا زیادہ امکان ہوتا ہے جس کو ہزار مہینہ سے بھی زیادہ افضل کہا گیا ہے ہزار مہینے کے تراسی برس چار ماہ ہوتے ہیں سعید وخوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اس رات کی عبادت نصیب ہو اور پوری رات خدا کی عبادت میں گذار دے، جس نے اس رات کو عبادت میں گذار دی تو گویا اس نے تراسی برس چار ماہ سے بھی زیادہ خدا کی عبادت میں گذار دیا اور اس زیادتی کا حال معلوم نہیں کہ ہزار مہینہ سے کتنے ماہ افضل اور بہتر ہے۔

اس کو خاص طور سے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنا چاہئے، اس شب کی عظمت اور اہمیت قرآن مجید کی ایک پوری سورت میں یوں بیان کی گئی ہے:۔

" انا انزلناہ فی لیلۃ القدر (ہم نے اس (قرآن مجید) کو شب قدر میں نازل کیا)۔

اس کی اہمیت اور عظمت کے لئے یہی کیا کم تھا کہ اس شب میں اللہ پاک نے قرآن مجید کو نازل فرمایا جو زندگی کے ہر موڑ پر انسان کی رہنمائی کرتا ہے، آگے ارشاد فرمایا گیا:۔

" وما ادرٰک ما لیلۃ القدر" (تمہیں کیا معلوم لیلۃ القدر کیا چیز ہے) پھر فرمایا گیا،

لیلۃ القدر خیر من الف شھر۔ (شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے)۔

اس کے آگے اس کی برکات کا ذکر یوں کیا گیا ہے:۔

" تنزل الملٰئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلام ھی حتیٰ مطلع الفجر۔

(فرشتے اور روح (حضرت جبرئیلؑ) اس رات میں اپنے مالک کے حکم سے تمام فیصلے لے کر اترتے ہیں سراسر سلامتی کی رات ہے، طلوع صبح صادق تک برکتوں اور رحمتوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

قرآن مجید کی اس سورہ سے ہمیں چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس رات میں قرآن مجید کا نزول شروع ہوا، اس رات کی عبادت کا اجر وثواب ہزار مہینوں کی عبادت کے اجر وثواب سے بھی زیادہ افضل اور بہتر ہے۔ اس رات میں ملائکہ کا نزول بکثرت ہوتا ہے اور رحمتوں وبرکتوں کا سلسلہ طلوع صبح صادق تک جاری رہتا ہے۔

سال میں بارہ مہینے ہوتے ہیں لیکن جو اہمیت اور فضیلت رمضان المبارک کو حاصل ہے کسی اور مہینہ کو نہیں اسی طرح راتوں میں سب سے افضل اور بہتر رات شب قدر کو قرار دیا گیا ہے۔

شب قدر کی اہمیت اور بہتری کا ذکر قرآن پاک کے علاوہ احادیث میں بھی مذکور ہے،

حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص شب قدر میں ایمان واحتساب کے ساتھ کھڑا ہو (یعنی نفلی نمازوں میں مصروف ہو) تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔ اور جو لوگ شب قدر میں اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں فرشتے ان کے لئے خیر وبرکت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ــــ " شب قدر میں حضرت جبرئیلؑ فرشتوں کی ایک جماعت لے کر اترتے ہیں اور اللہ کے جو بندے کھڑے اور بیٹھے عبادت اور ذکر خداوندی میں مشغول رہتے ہیں انکے واسطے یہ سب فرشتے خیر ورحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔

یہی وہ رات ہے جو حضورؐ کی امت سے پہلے کسی امت کو نہیں دی گئی، یہ شرف اور گراں قدر نعمت صرف امت محمدیہؐ کو ملی، اس کے لئے یہ جتنا بھی شکر کرے کم ہے۔

اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ اس انعام کا سبب کیا ہوا بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بڑی لمبی لمبی ہوتی ہیں اور آپ کی امت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں۔ اگر وہ نیک اعمال میں ان کی برابری بھی کرنا چاہیں تو ناممکن ہے اس سے اللہ کے حبیب کو رنج ہوا، اس کی تلافی میں یہ رات اللہ پاک نے مرحمت فرمائی ــــ جس خوش نصیب کو زندگی میں دس راتیں مل جائیں اور ان کو خدا کی عبادت میں گذار دے تو گویا ۸۳۳ برس چار ماہ سے بھی زائد خدا کی عبادت میں گذاری۔ اور اس سے خوش نصیب وہ شخص ہے جس کو اپنی زندگی میں یہ بابرکت رات بار بار ملے اور وہ اس کی رحمتوں اور برکتوں سے جھولی بھر لے اور ان راتوں میں عبادت کر کے ایسا بن جائے جیسے کہ اس نے کبھی کوئی گناہ ہی نہ کیا ہو۔

ایک بات کو ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ صغائر کے بارے میں سب کا اتفاق ہے۔ کبائر میں اختلاف ہے اکابرین کا کہنا ہے کہ کبائر کے معاف ہونے کے لئے توبہ شرط ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اللہ پاک تمام مسلمانوں کو خالص توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور اس بابرکت مہینے سے اور اس کی بابرکت رات سے کامل طور پر مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اعتکاف: مسجد میں اعتکاف کی نیت کر کے ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ اعتکاف رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں کرنا سنت ہے، آپ کی عادت شریفہ یہی تھی آپ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے۔ اسکی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے تھے۔ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے، جیسا کہ آپؐ کا ارشاد ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لئے اتنی ہی نیکیاں لکھی جاتی ہیں جتنا کہ کرنے والے کے لئے۔

معتکف حوائج ضروریہ اور غسل ووضو کے لئے باہر آسکتا ہے اعتکاف میں بالکل خاموش رہنا ہرگز ضروری نہیں ہے البتہ اچھی اور نیک باتیں کرنی چاہیے بدگوئی اور لڑائی جھگڑے سے بچنا چاہیے۔ اعتکاف اس مسجد میں کر سکتے ہیں جس میں پانچ وقت کی نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہو اگر پورے عشرہ کا اعتکاف کرنا ہو تو، ۲۰ تاریخ کو آفتاب غروب ہونے سے قبل مسجد میں چلا جائے اور عید کا چاند نظر آجائے تو اعتکاف سے باہر نکل آئے۔

ایک دو روز یا ایک آدھ گھنٹے کے لئے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں رہے یہ بھی جائز ہے۔ اگر پوری بستی میں سے کسی نے بھی اعتکاف نہیں کیا تو سب کے سب ترک سنت کے مرتکب ہوں گے۔

صدقۃ الفطر: صدقۃ الفطر اس شخص پر واجب ہے جو صاحب نصاب ہو یعنی گھر کی ضروریات کے علاوہ ساڑھے باون تولہ چاندی (جو کہ ۶۱۲½ گرام کے برابر ہوتا ہے) ہو یا اتنے ہی وزن کے چاندی کے روپے ہوں یا زیور مال وجائیداد یا تجارت کا مال ہو یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو یا اسی قدر وزن کی اشرفیاں۔ یہ ضروری نہیں کہ ان پر سال بھی گذر جائے۔ اگر کوئی صاحب نصاب ہے مگر وہ اس سے زیادہ مقروض ہے تو اس پر صدقۃ الفطر واجب نہیں، جس کے پاس مذکورہ بالا مال یا اس سے زیادہ ہو وہ اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے۔

زکوٰۃ: زکوٰۃ بھی مال کی اسی مقدار پر واجب ہو گا جس مقدار پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کا نصاب یہ ہے کہ مال کی مقدار کا چالیسواں حصہ ادا کیا جائے مگر اس کے اندر مال کا مالک ہونا اور اس پر سال کا گذرنا ضروری ہے بغیر سال پورے ہوئے زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے۔ رمضان کے مبارک مہینہ میں زکوٰۃ ادا کرنے میں زیادہ فضیلت ہے۔ طالبان دین اس زکوٰۃ کے بہترین مصرف ہیں، ایک تو فرض کی ادائیگی دوسرے اشاعت دین کا ذریعہ۔

باقی ص۱۲ پر

اور یہ کون نہیں جانتا کہ اسلام اس قسم کے دو متحارب اور مختلف گروہوں سے آشنا نہیں وہ کسی ایسے دین سے آشنا نہیں جس کا زندگی سے تعلق نہ ہو اور نہ وہ اس دنیا سے واقف ہے جو دین کے تابع نہ ہو اگر ندوی فضلاء کا اس کے سوا اور کوئی کارنامہ نہ ہوتا کہ وہ ان دو انتہاؤں کے درمیان نقطۂ اتصال اور دونوں کے باہمی تعارف کا سبب بن گئے تو یہی ایک کارنامہ ان کے لئے کافی ہوتا جب کہ انھوں نے یہ بھی ثابت کر دکھایا کہ وہ دنیا سے الگ تھلگ نہیں رہتے اور نہ زندگی کے سمندر میں کسی جزیرہ پر پناہ گزیں ہیں، چنانچہ ان میں ادباء و محققین اور ملکی زبانوں میں لکھنے والے اور معاشرتی رہنما بھی ہوئے جو زندگی کی سرگرمیوں میں برابر شریک رہے ان میں سے بعض ایسے بھی ہوئے جنھوں نے مسلمانوں کی نئی نسل کے لئے ایک پورے کتب خانہ کی تشکیل کر دی۔

ندوۃ العلماء کا مسلک

دین وعقائد کے معاملہ میں ندوۃ العلماء کے مسلک کی بنیاد دین خالص پر ہے، جو ہر قسم کی آمیزش اور آلائش سے پاک تاویل اور تحریف سے بلند ملاوٹ اور فریب کی دسترس سے دور اور ہر اعتبار سے مکمل اور محفوظ ہے۔

دین کے فہم اور اس کی تشریح اور تعبیر میں اس کی بنیاد اسلام کے اولین اور صاف وشفاف سرچشموں سے استفادہ اور اس کی اصل کی طرف رجوع پر ہے۔

اعمال واخلاق کے شعبہ میں دین کے جوہر ومغز کو اختیار کرنے اس پر مضبوطی سے قائم رہنے احکام شرعیہ پر عمل، حقیقت دین اور روح دین سے زیادہ قربت اور تقوی اور صلاح باطن پر ہے۔

تصور تاریخ میں اس کی بنیاد اس پر ہے کہ اسلام کے ظہور اور عروج کا دور اول سب سے بہتر اور قابل احترام دور اور وہ نسل جس نے آغوش نبوت اور درسگاہ رسالت میں تربیت پائی اور قرآن وایمان کے مدرسہ سے تیار ہو کر نکلی سب سے زیادہ مثالی اور قابل تقلید نسل ہے اور ہماری سعادت ونجات اور فلاح وکامرانی اس بات پر منحصر ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ اس سے استفادہ کریں اور اس کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔

نظریۂ علم وفلسفۂ تعلیم میں اس کی اساس اس پر ہے کہ علم بذات خود ایک اکائی ہے جو قدیم وجدید اور مشرق ومغرب کے خانوں میں تقسیم نہیں کی جاسکتی اگر اس کی کوئی تقسیم ممکن ہے تو وہ تقسیم صحیح اور غلط، مفید اور مضر اور ذرائع اور مقاصد کے اعتبار سے ہوگی استفادہ اور افادہ اور ترک وقبول کے شعبہ میں اس کا عمل اس حکیمانہ نبوی تعلیم پر ہے کہ حکمت مومن کا گمشدہ مال ہے جہاں بھی وہ اس کو پائے وہ اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے، نیز قدیم حکیمانہ اصول خذ ما صفا ودع ما کدر پر (یعنی جو صاف ولطیف ہو اس کو لے لو اور جو گدلا وکثیف ہو اس کو چھوڑ دو)

اسلام کے دفاع اور عصر حاضر کی لادینی قوتوں کے مقابلہ میں اس کی اساس اس ارشاد ربانی پر ہے کہ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ ان کے مقابلہ کیلئے جتنی قوت تم سے ممکن ہو سکے تیار کرو۔

دعوت الی اللہ اسلام کے محاسن وفضائل کی تشریح اور ذہن وعقل کو اس کی حقانیت وصداقت پر مطمئن کرنے میں اس کا عمل اس حکیمانہ وصیت پر ہے کہ:۔

کلموا الناس علیٰ قدر عقولھم اتریدون ان یکذب اللہ ورسولہ۔ لوگوں سے ان کی عقلوں کا خیال رکھتے ہوئے گفتگو کرو کیا تم چاہتے ہو کہ خدا اور رسول کو جھٹلا دیا جائے؟

عقائد واصول میں وہ جمہور اہل سنت کے مسلک کی پابندی اور سلف کی آراء وتحقیقات کے دائرہ میں محدود رہنا ضروری سمجھتا ہے فروعی وفقہی مسائل کے بارے میں اس کا مسلک واصول یہ ہے کہ حتی الامکان اختلافی مسائل کو چھیڑنے، اور ہر ایسے طرز عمل سے احتراز کیا جائے جس سے باہمی منافرت بڑھے اور امت کا شیرازہ منتشر ہو، سلف صالحین سے حسن ظن رکھا جائے اور ان کے لئے عذر تلاش کیا جائے، اسلام کی مصلحت اجتماعی کو ہر مصلحت پر ترجیح دی جائے۔

مختصر یہ کہ وہ حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) کے علمی وفکری اور کلامی وفقہی مدرسۂ فکر سے زیادہ قریب اور ہم آہنگ ہے، اس لحاظ سے ندوۃ العلماء ایک محدود تعلیمی مرکز سے زیادہ ایک جامع اور کثیر المقاصد دبستان فکر اور مکتب خیال ہے۔

بقیہ ص۴

رعب سے مرعوب نہ ہوں، نماز سے فراغت پا کر اور امام کی ہدایت سے مطلع ہو کر مسلمان اپنے گھروں کی طرف واپس ہوتے ہیں پہلے اور راستہ سے آئے تھے اب واپسی دوسرے راستے سے ہوئی ہے تاکہ بستی کا گوشہ گوشہ اللہ کی کبریائی، الوہیت اور تحمید وتقدیس کے نعروں سے گونج اٹھے۔ حاملین اسلام کے بشاش چہرے، ستھرے لباس ان کی طمانیت وسکون قلب کی گواہی دیں ان کی اجتماعی حرکت مخالفوں کے لئے لرزہ افگن ہو ان کے میل ومحبت اور اتفاق واتحاد کے پراثر نظارے اسلام کی قوت کا نقش دلوں پر جما دیں، باہم مصافحے ایک دوسرے کی دستگیری کا خیال لاتے ہیں۔ معانقے ایک جان دو قالب ہونے کا تصور پیدا کرتے ہیں۔ سینے کدورت سے پاک ہو جاتے ہیں، دل بغض وعناد سے صاف ہو جاتے ہیں۔ باہم ایسا ارتباط پیدا ہو جاتا ہے اور ہر مسلمان دوسرے سے مل کر قصر ملت کو اتنا مستحکم کر دیتا ہے کہ نہ کوئی طوفان اسے اکھاڑ سکتا ہے نہ کوئی زلزلہ اسے جنبش دے سکتا ہے۔

مکتبۂ فردوس کی نئی پیش کش

عرفانِ محبت

بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کے حمد ونعت اور عارفانہ وعاشقانہ کلام کا دل آویز مجموعہ۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے ادیبانہ اور عارفانہ مقدمہ کے ساتھ

دیدہ زیب کتابت، چکنا اور عمدہ سفید کاغذ، آفسیٹ کی خوبصورت طباعت۔

قیمت مجلد گرد پوش ۱۴ روپے

(ملنے کا پتہ، مکتبہ فردوس، مکارم نگر (برولیا) لکھنؤ)

نگران اعلیٰ

مولانا ابوالعرفان خاں ندوی

مجلس ادارت

منذر الحفیظ ندوی

شمس الحق ندوی

محمود الازھار ندوی

پرنٹر، پبلشر جمیل احمد ندوی نے جے۔ کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس دہلی میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات وشعبۂ تعمیر وترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

کامیابی کا اصل دروازہ

مولانا محمد الحسنی ندوی مرحوم

★

علم نافع اور عمل صالح اسلامی زندگی کے دو ایسے ستون یا زیادہ صحیح الفاظ میں دو ایسے تار ہیں جن کے بغیر صحیح اسلامی زندگی کا تصور ہی قائم نہیں ہو سکتا۔ ایک مخصوص عقیدہ اور اس کے مطابق عمل یہ وہ محور ہے جس کے گرد سارا اسلامی نظام گردش کر رہا ہے، علم اگر عمل سے محروم ہے تو اس کی کوئی قیمت و افادیت نہیں، اسی طرح اگر علم نافع سے خالی اور عاری ہے تو وہ عین جہالت و ضلالت ہے۔

قرآن مجید میں "ان الذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت" کو جس کثرت سے بار بار دہرایا گیا ہے اس کا مقصد ہی ہے کہ یہ بات انسان کے دل میں پوری طرح راسخ ہو جائے کہ جب تک وہ ان دونوں چیزوں کا حامل نہ ہو گا کامیابی سے ہم کنار نہیں ہو گا۔

افسوس ہے کہ یہ دونوں چیزیں جو کبھی لازم و ملزوم تھیں اب ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتی جا رہی ہیں اگر کوئی عالم ہے تو وہ عمل کی ضرورت محسوس نہیں کرتا اور اگر عامل ہے تو علم حاصل کرنے کی اہمیت نہیں سمجھتا یا غلط علم پر اپنی بنیاد قائم کرتا ہے جو اس سے بھی زیادہ مضر و خطرناک بات ہے۔

مسلمانوں کے انحطاط و پستی کا شکوہ ہر جگہ عام ہے اور تکیہ کلام بن چکا ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اس کی سب سے بڑی جڑ عملی کوتاہی ہے، بہت سی دوسری باتیں جو اس سلسلے میں کہی جاتی ہیں وہ بھی عمل کی کمزوری کا نتیجہ ہیں اس لئے اسلامی عمل صرف چند رسوم تک محدود نہیں بلکہ وہ زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے، مثلاً مسلمان کو محنت کرنے، تجارت کرنے اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی ترغیب دی گئی اور وہ اگر اس پر عمل پیرا نہیں ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے دین پر صحیح طور سے عمل نہیں کر رہا ہے، وہ کسی پر غلط بھروسہ کرتا ہے خوشامد کرتا ہے اور اپنی خودی کو مجروح کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اپنے دین کی روح ٹھیک طور پر نہیں سمجھی ہے یا سمجھ کر اس پر عامل نہیں ہے۔ اس روشنی میں دیکھئے تو اکثر مسائل کی تہہ میں علم و عمل کا یہ فرق نظر آئے گا۔

علم و عمل کا یہ فرق وہ عظیم فرق ہے جس کی وجہ سے بہت سے زندہ صورت انسان حقیقتاً مردہ صفت ہیں، بہت سے ہدایت یافتہ نظر آنے والے گمراہ اور بہت سے کامیاب و نامراد ناکام ہیں۔

علم کی روشنی میں دیکھئے تو اکثر لوگوں کی سطح بہتر نظر آئے گی بلکہ بعض اوقات بہت بلند نظر آئے گی اور عمل کے لحاظ سے دیکھئے تو ایسی تاریک اور عمیق پستیاں جہاں حدِ نظر اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

یہ تو وہ شکل ہے جہاں عمل کا سایہ بھی نہیں پڑتا لیکن اگر . . . روشنی بھی ہے تو وہ ایسی جیسی بھری برسات کی اندھیری رات میں جگنو کی ٹمٹماتی روشنی۔ لیکن یہ ہر علم و عمل کی بات نہیں ہے، ہر علم و عمل اللہ کے ہاں مقبول نہیں، یہاں مراد صرف علم نافع اور عمل صالح ہے یعنی وہ علم جو خدا تک پہونچانے والا ہے اور وہ عمل جو شریعت کی کسوٹی پر پورا اترتا ہے۔

ہماری زندگی میں کئی ایسی چیزیں آتی ہیں جن کو ہم ہمیشہ نظر کے سامنے رکھتے ہیں اور وہ ہمارے نزدیک اصول اور معیار کا درجہ رکھتی ہیں، لیکن اگر یہ معیار ہمارے سامنے رہے کہ ہمارے علم و عمل کے درمیان کیا تناسب ہے تو شاید ہماری حقیقت ہم پر جلد آشکارا ہو جائے اور یہی انکشاف خدا تک پہونچنے کا اصل دروازہ ہے۔

من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہ۔

(جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے خدا کو پہچان لیا)

●●

اسرائیلی پارلیمنٹ کا فیصلہ اور عالم اسلام

یہ خبر پورے عالم اسلام میں بڑے غصے اور افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ اسرائیلی پارلیمنٹ نے اس پرائیویٹ بل کو منظور کر لیا ہے جو متحدہ یروشلم کو اسرائیل کا مستقل دارالخلافہ بنانے کے لئے پیش کیا گیا تھا۔ اسرائیلی وزیر اعظم بیگن نے جو اپنی بیماری کے باوجود اس بل کے حق میں ووٹ ڈالنے آئے تھے کہا کہ ہم نے یروشلم کو اسرائیل کا ابدی دارالخلافہ بنانے کا جو خواب دیکھا تھا وہ پورا ہو گیا۔

اسرائیلی پارلیمنٹ نے یہ بل ایک ایسے موقع پر منظور کیا ہے جبکہ مسلم ممالک کی تحریک پر مسئلہ فلسطین پر غور و بحث کے لئے طلب کردہ جنرل اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہے۔ اسرائیل نے یہ بل منظور کرتے ہوئے نہ عالمی رائے عامہ کی پرواہ کی ہے، نہ سلامتی کونسل کی قراردادوں کی اور نہ جنرل اسمبلی کی مذمت کی۔ قبل ازیں ہم ان کالموں میں یہ خیال ظاہر کر چکے ہیں کہ اسرائیل سلامتی کونسل کی حالیہ قرارداد کے علی الرغم القدس کو اپنا مستقل دارالخلافہ بنانے کی پارلیمانی کارروائی کو مکمل کر کے رہے گا اور یہ کہ اسرائیلی قیادت نے اس مسئلے پر اپنے موقف میں کوئی تبدیلی نہ لانے کا حتمی کہ ایک اور جنگ کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔

اسرائیل کی اس ہٹ دھرمی اور جارحانہ فیصلے کے بعد مسلم ممالک پر یہ بات واضح ہو جانی چاہیئے کہ وہ القدس کو بین الاقوامی دباؤ، پرامن کوششوں اور مذاکرات کے ذریعے ہرگز حاصل نہیں کر سکتے۔ صدر سادات نے ساری مسلم دنیا سے کٹ کر اور بہت آگے بڑھ کر مقبوضہ فلسطین اور القدس کے مسئلے کو اسرائیل کے ساتھ مذاکرات کے ذریعہ حل کرنے کی جو کوشش کی اس کا انجام بھی سب کے سامنے ہے خود صدر سادات نے گزشتہ روز اسکندریہ میں مصری انقلاب کی سالگرہ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے اس بات کا اعتراف کیا کہ فلسطینی عوام کی خودمختاری کے مسئلے پر مصر اور اسرائیل کے درمیان اختلاف کی خلیج بڑی وسیع ہے۔ عرب ممالک کی طرف سے متبادل حل سامنے آنے کی صورت میں کیمپ ڈیوڈ کے معاہدے کو ترک کرنے کی ان کی پیشکش سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسرائیل کے ساتھ مذاکرات سے مایوس ہو چکے ہیں۔

اب اس کے بعد یہ توقع رکھنا کہ اسرائیل بین الاقوامی دباؤ، اقتصادی پابندیوں یا مذاکرات کے ذریعے مقبوضہ فلسطین اور القدس پر سے اپنا تسلط ختم کرنے پر آمادہ ہو جائے گا محض سادہ لوحی ہو گی۔ اسرائیلی قبضے کو تیرہ سال ہو چکے ہیں۔ اتنے سال گزرنے پر بھی مسلم ممالک متحد ہو کر اسرائیل کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکے تو پھر اسرائیل کے حوصلے کیوں نہ بڑھتے اور وہ کیوں القدس کو اپنا مستقل دارالخلافہ بنانے کا فیصلہ نہ کرتا اس کے باوجود اب اگر مسلم ممالک نے اسرائیل کو مزید مہلت فراہم کی تو اسرائیل مقبوضہ فلسطین سے تمام فلسطینیوں کو نکال باہر کرے گا۔ دہشت گردی کا آغاز تو وہ کر ہی چکا ہے۔ اور پورے مغربی کنارے کو اسرائیلی ریاست میں مدغم کر کے دریائے اردن کو محفوظ سرحد بنانے کے خواب کو بھی پورا کر کے رہے گا۔

پھر صیہونیوں اور اسرائیلیوں کا خواب القدس کو مستقل دارالخلافہ بنانے پر ہی ختم نہیں ہوتا بلکہ ان کا اصل خواب عظیم تر اسرائیل ریاست ہے جس کی سرحدیں ان کے تیار کردہ نقشوں کے مطابق مدینہ منورہ تک پہنچتی ہیں۔

اب اگر عالم اسلام نے "القدس" کو واپس نہ لیا تو انہیں اپنے مزید علاقے گنوانے کے لئے تیار رہنا پڑے گا اور اسے واپس لینے کے لئے مسلم ممالک کو اپنی متحدہ طاقت استعمال کرنی ہو گی اور ساری دنیا کے مسلمانوں میں روح جہاد بیدار کرنی ہو گی۔ عالم اسلام کو اپنے اقدامات کا ہدف صرف اسرائیل کو ہی نہیں بلکہ امریکہ کو بھی بنانا چاہیئے کیونکہ وہ اسی کے بل پر مقبوضہ فلسطین پر قابض ہے اور یہ امریکہ ہی ہے جو اقوام متحدہ کی پرامن تصفیئے کی کوششوں میں رکاوٹیں ڈالتا رہا ہے جیسا کہ پاکستان کے وزیر خارجہ آغا شاہی نے جنرل اسمبلی کے خصوصی اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اقوام متحدہ نے متعدد قراردادیں منظور کیں لیکن اسرائیل نے ان قراردادوں کو ٹھکرا دیا۔ اس کی بڑی وجہ سلامتی کونسل کی وہ ناکامی ہے جو امریکہ کے اسرائیل کے حق میں بار بار ویٹو استعمال کرنے کی وجہ سے ہوئی۔ امریکہ کے فراہم کردہ تحفظ، اسلحہ کی فوجی اور اقتصادی امداد ہی کی وجہ سے اسرائیل کو مقبوضہ علاقوں کو عظیم تر اسرائیل میں ضم کرنے کی ہمت ہوئی۔

یہ وہ حقائق ہیں جن کی بنا پر اب مسلم ممالک کو فوری طور پر اسرائیل اور امریکہ دونوں کے خلاف عملی اقدامات کا آغاز کرنا چاہیئے۔ مسلم سربراہوں کو ایک متحدہ لائحہ عمل طے کرنا چاہیئے جس کے تحت وہ اسرائیل کو تمام عرب علاقے خالی کرنے کے لئے ایک مقررہ تاریخ دیں اور یہ اعلان کریں کہ اگر اسرائیل نے اس مقررہ تاریخ پر عرب علاقے خالی نہ کئے تو اس کے ساتھ حالت جنگ کا اعلان کر دیا جائے گا اور اسی کے مطابق عملی اقدامات شروع کر دیئے جائیں گے۔ امریکہ کے خلاف مسلم ممالک کو دو اقدامات کرنے چاہئیں ایک تو تیل کی فراہمی بند کر دینی چاہیئے اور دوسرے احتجاجاً تمام مسلم ممالک کو واشنگٹن سے اپنے سفیروں کو واپس بلا لینا چاہیئے۔ اسی طرح مسلم ممالک اسرائیل کے خلاف فوجی طاقت استعمال کرنے کی ابھی سے تیاریاں شروع کر دیں۔ مزید یہ کہ تمام مسلم ممالک میں "القدس کونسلوں" کے قیام کا فیصلہ کیا جائے جو مسلم عوام میں روح جہاد بیدار کریں اور رضاکار دستے منظم کر کے انہیں ضروری فوجی تربیت دیں تاکہ وقت پڑنے پر اسرائیل کے خلاف اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے ہر اسلامی ملک سے لاکھوں رضاکار حرکت میں لائے جا سکیں۔

(روزنامہ جنگ)

قرآن میں مذکور ہامان کی تاریخی حیثیت

شبیر محمد سید۔ لاہور۔ پاکستان ——— ترجمہ: جناب محی الدین احمد صاحب

قرآن کریم نے ہامان کا ذکر فرعون کے سلسلہ میں کیا ہے۔ سنہ ۱۶۹۸ء کے بعد سے اس کی تاریخی حیثیت کو وقتاً فوقتاً چیلنج کیا گیا ہے۔ مراشیو (MARRAECIO) جارج سیل GEORGE -SALE) ایڈورڈ ای۔ ایم۔ وھیری (Rev. E.M. WHERRY) اور انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار اس تنقید میں پیش پیش رہے ہیں۔

ہامان کا ذکر قرآن کریم میں چھ مقامات پر کیا گیا ہے۔

۱۔ ان فرعون . . . . . یحذرون		(القصص ۶)
۲۔ فالتقطہ . . . . . خطئین		(〃 ۸)
۳۔ وقال فرعون . . . . من الکاذبین		(〃 ۳۸)
۴۔ وقارون . . . . . . سابقین		(العنکبوت ۳۹)
۵۔ ولقد . . . . . . فی ضلل		(المومن ۲۵-۲۳)
۶۔ وقال . . . . . . فی تباب		(〃 ۳۷-۳۶)

کچھ مستشرقین ہامان کی تاریخی حیثیت متعین کرنے میں ناکام رہے ہیں لہٰذا انھوں نے قرآن پر ہی اعتراض کر دیا ہے۔ ان کے اعتراضات حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ کتاب آستر (Book of EASTHER) میں مذکور ہامان جو ایک ایرانی وزیر اور یہودیوں کا دشمن تھا وہ قرآن کے مطابق (۱۲۵۰ ق۔م) فرعون کی مجلس میں قارون کا شریک کار اور وزیر اعظم بتلایا گیا ہے۔ ان دونوں کو موسیٰ کی پیدائش کا علم ہو گیا تھا اور دونوں نے فرعون کو یہ مشورہ دیا تھا کہ لڑکوں کو قتل کر دیا جائے اور لڑکیاں زندہ رکھی جائیں۔ جب موسیٰ خدا کے پیغمبر کی حیثیت سے واپس آئے تو ان لوگوں نے انھیں کاذب بنایا۔ فرعون نے کہا، اے ہامان میرے لئے ایک بلند عمارت بنوا کہ میں آسمان پر جانے کی راہوں تک پہونچ جاؤں۔ (حضرت) محمدؐ نے ہامان کا ذکر اس عہد میں کر کے تاریخ سے عدم واقفیت کا ثبوت دیا ہے۔

۲۔ ہامان نامی جس شخص کا ذکر قرآن نے فرعون کے سلسلہ میں کیا ہے اسے بائبل کی کتاب آستر میں مذکور اشورس (AHASUORUS) کا وزیر سمجھ لیے جانے کی الجھن ابھی تک باقی ہے۔

۳۔ فرعون کے وزیر اعظم کا نام ہامان بتلایا گیا ہے۔ اس سے عام طور پر یہی نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ (حضرت) محمد (صلعم) نے ایران کے بادشاہ اشورس کے چہیتے ہامان کو جو موسیٰ سے صدیوں پہلے رہ چکا تھا پیغمبر (موسیٰ) کا ہم عصر بنا دیا ہے۔ یہ غلطی خواہ کتنی ہی ناممکنات میں سے کیوں نہ ہو لیکن کسی مسلمان کو اس کا قائل کر دینا بہت ہی مشکل ہے۔

۴۔ چند ناقدین اور بھی ہیں مثلاً پروفیسر ٹوری (TORREY) جس نے یہ کہا ہے کہ (حضرت) محمد (صلعم) نے آستر (EASTHER) کی یہودی روایات سے ہامان کا قصہ لیا ہے۔ پروفیسر لیمانس (LAMMENS) نے اسے ایک "فاش غلطی" اور بادشاہ اشورس کے وزیر ہامان اور (حضرت) موسیٰ کے زمانے میں فرعون کے وزیر کو خلط ملط کر دینا قرار دیا ہے۔

یہ ساری تنقید قرآن کے اس لاطینی ترجمہ پر مبنی ہے جسے مراشیو (MARRAECIO) کے ترجمہ اور پوپ انوسینٹ یازدہم (POPE INNOCENT XI) کی وضاحت کے ساتھ ۱۶۹۸ء میں شائع کیا گیا تھا۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ قرآن میں نہ تو ہامان کو وزیر اعظم بتایا گیا ہے اور نہ کہیں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ہامان اور قارون کو (حضرت) موسیٰ کی پیدائش کا قبل از وقت علم ہو گیا تھا اور انھوں نے فرعون کو لڑکوں کے قتل اور لڑکیوں کے زندہ رکھنے کا مشورہ دیا تھا۔ قرآن نے قارون کو بھی فرعون کے وزیر کا لقب نہیں دیا ہے۔

ہم یہاں چند مشہور مورخین اور ماہرین آثار قدیمہ کی آراء دے رہے ہیں جس سے ہامان کی شخصیت پر روشنی پڑتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہامان فرعون کا ہم عصر تھا۔

۱۔ امان (AMEN) کی پرستش جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے نخلستانوں سے شروع ہو کر عام ہو گئی اور اس میں شبہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ قدیم امون یا ہمون (AMMON AMMON) کی پرستش ہے ایک طرف مصری (AMON OR - HAMUN) امان یا امون کو جنم دیا تو وہ دوسری طرف گاتھ کے خدا ہامان HAMAN کی پرستش کی وجہ بنی۔

۲۔ یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ امان (AMON) دیوتا کی نقل کی جاتی تھی یا یہ سمجھا جاتا تھا کہ اس نے دوبارہ جنم لیا ہے۔ امان دیوتا کا سب سے بڑا پجاری امان کی نقل کرتا تھا جانوروں کے سر والے دیوتاؤں کے سلسلے میں فلنڈرس پیٹری FLINDERS - PATRIE) اپنی کتاب "قدیم مصر کا مذہب" THE RELIGION OF ANCIENT EGYPT کے صفحہ ۳۰ پر لکھتا ہے کہ "غالباً یہ اس طرح شروع ہوا کہ پجاری دیوتا کی نقل کرنے کے لئے جانوروں کے سر پہنتے تھے اور سب سے بڑا پجاری امون کی نقل کے لئے 'بھیڑ' کا سر پہنتا تھا۔"

مزید وضاحت کے لئے یہ بتلا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قدیم مصری مذہب میں پروہت اور پجاری اپنے دیوتاؤں کی نقل کیا کرتے تھے۔ یہ بات مختلف مورخین کے بیانات سے بالکل صاف ہو جاتی ہے۔

۱۔ سر والس بج SIR WALLIS BUDGE نے مصری مذہب (EGYPTIAN RELIGION) میں لکھا ہے کہ اس باب کا اختتام ان گیتوں پر کرنا مناسب ہو گا جو تھیبس (THEBES) میں واقع امون را (AMON - RA) کے مندر کی پجارنیں ان دونوں دیوتاؤں کی نقل کرتے ہوئے گایا کرتی تھیں۔

۲۔ آکسفورڈ یونیورسٹی میں مصریات کے پروفیسر جارسلو کرنی (JAROSLAV - CERNY) نے قدیم مصری مذہب نامی کتاب میں لکھا ہے کہ "قدیم بادشاہت ختم ہونے کے بعد مصر کے مذہب و خیالات پر عوامی رنگ چڑھ گیا اور وہ تمام خصوصی مراعات جو بادشاہ کے مخصوص تھیں عوام کو منتقل ہو گئیں۔ ہر آدمی کو مرنے کے بعد دیوتا اوسیرس OSIRIS تسلیم کر لیا جاتا تھا اور اس کی اولاد یا کوئی اور شخص جو اس کی پرستش کی رسوم ادا کرتا اسے ہورس (HORUS) کا نام دے دیا جاتا تھا۔

یہ بات بھی ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ فرعون کسی ایک شخص کا نام نہیں تھا قدیم مصر کے بادشاہوں کا عمومی لقب تھا۔ اسی طرح امون یا ہامان (AMON OR HAMAN) ہر اس بڑے پجاری کے لئے استعمال کیا جاتا تھا جو اس دیوتا کی نقل اتارا کرتے تھے۔ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ اس دیوتا کو مختلف تلفظ کے ساتھ آمن (AMEN) امون (AMON) امان (AMAN) ہامان (HAMAN) ہمون (HAMMON) اور امون (AMMON) یاد کیا جاتا ہے۔

امون (یا ہامان) کو بہت ہی عظیم طاقتوں والا دیوتا تصور کیا جاتا تھا جس کے سب سے بڑے پجاری نہ صرف اس کی نقل اتارتے تھے بلکہ انھیں قوت و اقتدار بھی حاصل ہوتا تھا۔ ایک نامور مورخ لکھتا ہے کہ وہ عوام کی حفاظت کرنے والا سمجھا جاتا تھا اور اس کی سب سے بڑی تعریف یہ تھی کہ وہ غریب آدمی کا وزیر ہے جو مجرم سے رشوت نہیں طلب کرتا۔

ایک دوسرا مورخ اسٹینڈروف (STENDORFF) لکھتا ہے کہ "اس طرح دیوتا امون کا سب سے بڑا پجاری تعمیرات عامہ کا منتظم بھی ہوا کرتا تھا اور اس حیثیت سے اس سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ مندر سے متعلق بڑے تعمیری منصوبوں کی نگرانی کرے گا اور مقدس مقام کی شان و شوکت بڑھائے گا۔ مندر کے فوجی دستے کا کمانڈر ہونے کی حیثیت سے وہ قرون وسطیٰ کے آرک بشپ اور خزانہ کا محافظ ہونے کی حیثیت سے مالیات کے پیچیدہ مسائل کے ماہر منتظم کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے اختیارات صرف آمون کے مندر اور اس کے پجاریوں تک محدود نہیں تھے، وہ تھیبس (THEBES) کے خداؤں کے رسولوں کا حاکم اعلیٰ اور "شمال و جنوب کے تمام خداؤں کے رسولوں کا

حاکم اعلیٰ بھی تھا۔ اس کا مطلب اسکے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ ملک کے تمام پروہت اس کے ماتحت تھے اور اس کی روحانی حکومت سب کے اوپر حاوی تھی۔ وہ اس اقتدار سے فائدہ اٹھانا بھی خوب جانتا تھا کیونکہ اکثر و بیشتر دوسرے مندروں کے بڑے پروہتوں جیسے ہیلی پولس (HELIPOLIS) دیوتا کے پجاری اور آمون کے مندر میں دوسرے عہدیدار اسی کی مرضی سے مقرر کئے جاتے تھے۔ اس طرح اس پروہت کے ہاتھ میں نہ صرف سیاسی قوت مرکوز ہوگئی تھی بلکہ اسے دوسرے مادی فوائد بھی حاصل ہوئے تھے کیونکہ مندر سے متعلق زرخیز زمینوں کی مال گزاری اسی کے خزانہ میں جمع ہوتی تھی۔"

برسٹڈ نے اپنی تاریخ مصر میں امون کے بڑے پروہت کے القاب اور اس سے متعلق امور پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ آمون کا بڑا پروہت "کش KUSH کے وائسرائے" کی حیثیت رکھتا تھا۔ نوبیا (NUBIA) کے سونے کی کانوں والی سرزمین پر اسی کا قبضہ تھا۔ بڑے پروہت نے اس کے علاوہ بالائی نیل کی پوری سرزمین پر قبضہ کرلیا تھا۔ ایک کندہ کی ہوئی تحریر میں اسے "غلّے بالا مال دونوں زمینوں کا محافظ" کہا گیا ہے۔ وہ ریاست کی مالیات کا سب سے بڑا حاکم یا خزانچی تھا۔ اختیارات و اقتدار پر قبضہ کے لئے بڑے پروہت کے پاس اور بچا ہی کیا تھا۔ وہ تمام افواج کا کمانڈر تھا۔ کش کا وائسرائے تھا۔ خزانہ اس کے ہاتھ میں تھا اور مذہبی تعمیرات اسی کے حکم سے کی جاتی تھیں۔"

سر فلنڈرس پیٹری FLINDERS PATRIE نے "قدیم مصر میں مذہبی زندگی" (RELIGIOUS IN ANCIENT EGYPT) میں امون کے بڑے پروہت کے جاہ و جلال کا نقشہ ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

" امون کے پجاری مصر کی زیر زراعت زمین کے ساتواں حصے۔ غیر ملکی غلاموں کی کل تعداد کے پانچویں حصے اور پانچ لاکھ مویشیوں کے مالک تھے۔ یہ اس کے علاوہ تھا جو انھیں پچھلے حکمراں عطا کر گئے تھے۔ چونکہ اس آمدنی پر کوئی ٹیکس نہیں لگتا تھا لہٰذا ملک کے بقیہ ذرائع آمدنی پر کثیر بوجھ پڑنا لازمی تھا۔ اس میں کوئی عجیب بات نہیں ہے کہ امون کے بڑے پروہتوں نے اپنے عہدہ کو موروثی بنالیا تھا اور وہ بالائی مصر پر حکمراں تھے۔ دراصل ریمیس سوئم (RAMESSUS - III) کے بعد پھر کوئی بادشاہ ان کے اثرات سے آزاد نہیں رہا۔ شاہی خاندان کے بقیہ افراد اس موروثی پروہتوں کے خاندان کے زیر اثر آتے چلے گئے اور وہ ملک میں سب سے زیادہ مالدار ہوگئے۔"

فرعون کا آسمان پر جانے کی راہ تلاش کرنا تاکہ وہ موسیٰ کے خدا کو دیکھ سکے کچھ بعید نہیں کیونکہ مصری علم اصنام میں اس کا بھی سراغ ملتا ہے۔ برسٹڈ (BRESTED) نے اپنی ایک دوسری تصنیف میں لکھا ہے کہ سیڑھی لگا کر آسمان پر پہنچنا شمسی مذہب SOLAR - FAITH) کے بنیادی معتقدات کا ایک جز تھا۔

سر فلنڈرس پیٹری کی تصنیف "قدیم مصر میں مذہبی زندگی" کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے۔ اس میں بھی صفحات ۸۴ - ۲۰۸ اور ۲۰۹ پر اس امر کا حوالہ موجود ہے کہ "آسمان تک پہونچ کر خدا سے ملاقات" کا سراغ مصر قدیم کی مذہبی فکر میں پایا جاتا ہے جہاں تک فرعون کے اس حکم کا تعلق ہے کہ اس نے ہامان سے کہا کہ مٹی کی اینٹیں پکا کر اس کے لئے عظیم مینار تیار کرائے۔ یہ تاریخی حقیقت آثار قدیمہ کی چھان بین سے اب آشکارا ہوچکی ہے کہ مصر اور بابل کی قدیم تہذیبی ادوار میں مٹی پکا کر اینٹیں بنانے کا رواج تھا۔ جیوش انسائیکلو پیڈیا JEWESH ENCYCLOPEDIA کی جلد سوئم کے صفحہ ۸۱ - ۲۸۰ وینز فلنڈرس پیٹری کی ایک اور تصنیف "مصر اور اسرائیل" میں اس کا ذکر وضاحت سے موجود ہے۔ عہد نامہ قدیم میں بھی مینار بابل کی تیاری کے لئے اینٹیں پکانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں بھی اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ "اس میں شبہ نہیں کہ کچی مٹی کو آگ میں پکا کر پکی اینٹیں تیار کرنے کا رواج ہو چکا تھا۔ اُر (UR) میں کمہاروں نے بند بھٹیوں میں برتن پکانا سیکھ لیا تھا جس کے ذریعہ حدت مطلوبہ مقدار میں رکھی جاتی تھی۔"

(۱) حضرت عیسیٰ سے بہت پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سفر مصر اور ان کے قبیلہ کی مصر سے آمد و رفت سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اُر اور مصر کے درمیان سلسلۂ مواصلات قائم ہوچکا تھا۔ ایک اور مؤرخ جان۔ اے۔ ولسن JOHN A. WILSON لکھتا ہے کہ "مصر نے اپنے مشرقی ہمسایہ (یعنی میسوپوٹامیہ) سے جو چیزیں مستعار لی تھیں وہ بالکل واضح ہیں۔ . . . عمارتوں کی تعمیر اور ان کی آرائش کے لیے اینٹوں کے استعمال کا فن اگرچہ میسوپوٹامیہ میں ایجاد ہوا لیکن مصر میں موروثی شہنشاہیت سے پہلے کے دور میں اپنے عروج کو پہونچا۔" سر فلنڈرس پیٹری کو نبیشہ (NABESHEH) اور دفینہ (DEFENN - EH) کے مقامات پر اکیسویں اور بیسویں بادشاہوں کے زمانہ کی عمارات میں پکی ہوئی اینٹوں کے نمونے دستیاب ہوئے تھے۔

ان شواہد سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ اگر فرعون نے آمون کے بڑے پروہت ہامان سے جو دوسرے اختیارات کے ساتھ تعمیرات عامہ کا بھی سربراہ تھا اینٹیں پکوا کر ایک ایسا مینار تیار کرانے کے لئے کہا ہو جسے وہ سیڑھیوں کی طرح استعمال کرکے آسمان پر جاکر موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو دیکھ سکے، تو کوئی بعید بات نہیں ہے۔

اب تک جو کچھ کہا گیا ہے اس سے قرآن میں مذکور ہامان کی تاریخی شخصیت بالکل صاف ہوجاتی ہے۔ اب صرف یہ دیکھنا باقی ہے کہ ہمارے ان مستشرقین کا ذریعہ علم کیا ہے، جس کی بنیاد پر وہ آستر کے اس قصہ کو جسے عہد نامہ قدیم میں جگہ مل گئی ہے بنیاد بنا کر قرآن پر اعتراض کرتے ہیں۔ ہم عیسائی اور یہودی علماء کے بیانات کی روشنی میں ہی اس قصہ کی تاریخی حیثیت متعین کریں گے۔

یونیورسل جیوش انسائیکلو پیڈیا کا مقالہ نگار رقمطراز ہے کہ " علماء کی اکثریت اس کتاب کو افسانوی تصور کرتی ہے جس میں بعد کے زمانہ کے رسم و رواج کو عہد قدیم کے ماحول میں اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ اس سے کسی کے جذبات مجروح نہ ہوں۔ انھوں نے اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ اس میں جن ۱۲۷ صوبوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ تاریخی اعتبار سے فارس کے بیس صوبوں سے بہت مختلف ہیں۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ مردکئی (MORDECAI) کو سبھی لوگ یہودی جانتے ہیں لیکن وہ اسے پوشیدہ رکھتا ہے کہ اس کی چچازاد بہن آستر (ESTHER) سمجھنا ممکن ہے اور نہ آستر یہ بھی ممکن نہیں کسی غیر ایرانی کو وزیر اعظم کا عہدہ مل گیا ہو یا ایران کی ملکہ سات امراء کے خاندانوں کے علاوہ کسی اور خاندان سے تعلق رکھتی ہو۔

شاہی محلات میں مردکئی آمد و رفت جس طرح بیان کی گئی ہے وہ قدیم ایران کے شاہی حرم کی سخت نگرانی سے مطابقت نہیں رکھتی۔ ایران قدیم کے شاہی قوانین میں کبھی استثناء نہیں کیا جاتا تھا۔

اس کتاب میں حالات کا جس طرح نقشہ کھینچا گیا ہے وہ عام افراتفری کا ہے مگر اس قسم کے حالات کا مورخین کے ذریعہ نظر انداز کردیا جانا ممکن نہیں ہے۔ خود کتاب کا انداز بیان اور اس کا طرز تحریر اس کا غماز ہے کہ یہ ایک رومانی افسانہ ہے نہ کہ تاریخی حقائق کا بیان۔"

کچھ علماء اس قصہ کی بنیاد غیر یہودی ماخذوں میں ہی تلاش کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں بابل کے دیوتا مردُک (MARDUK) کو مردکی (MORDECEI) اشتر (ISHTAR) کو (ESTHAR) آستر بنا کر اور دیوتا ہمان (HAMMAN) اور دیوی مستی MASTI یران کی فتح بیان کرنے کے لئے یا شہنشاہ دارا اول کے ذریعہ آتش پرستوں (MAGIANS) کی سرکوبی یا پھر بابل کے عوام کے ذریعہ ایران کے بادشاہ ارتخششتا (ARTAXERXES - II) کے احکام کی خلاف ورزی کا حال بیان کرنے کے لئے یہ پیرایۂ بیان اختیار کیا گیا ہے۔ اس نقطۂ نظر کو پیش کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ بابل کے باشندوں کا ایک تیوہار پورم (PURIM) تھا جسے یہودیوں نے قبول کرلیا تھا۔ اسی قصہ کو یہودی رنگ دے کر اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔ . . . یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کتاب آستر عہد نامہ قدیم میں کافی جد و جہد کے بعد داخل کی گئی تھی۔"

یہودیوں کی ایک دوسری دائرۃ المعارف میں اس کتاب کے بارے میں یہ اظہار خیال کیا گیا ہے :۔

" مقابلتاً چند ہی معروف علماء ہوں گے جو آستر میں بیان کردہ قصے کو کسی تاریخی بنیاد پر مبنی خیال کرتے ہوں۔ جدید مفسرین کی ایک بہت بڑی تعداد اس نتیجہ پر پہونچی ہے کہ یہ محض افسانہ ہے حالاں کہ کچھ لوگ اب بھی اپنی تنقید کو اسے ایک تاریخی رومانس کہہ کر نرم کردیتے ہیں۔ کتاب آستر میں جتنے فارسی نام دیے گئے ہیں وہ ایرانی سے زیادہ سامی معلوم ہوتے ہیں ـــــ ان تمام شواہد کی روشنی میں کتاب آستر کی تاریخی حیثیت بالکل ہی ناقابل اعتنا ہے۔"

بائبل کی ایک اور تفسیر میں کتاب آستر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ "مختلف تاریخی غلطیوں اور ناقابل یقین بیانات سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ تاریخی حیثیت سے اس کتاب کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ امر بھی اہمیت کا حامل ہے بجز مراد ار کے صحیفوں میں جسے اہل قرآن نے ۱۵۰ھ قبل مسیح سے لے کر ۱۰۰ء تک لکھا تھا نہ تو اس کتاب کا کوئی ورق ملا ہے اور نہ اس کا کوئی تذکرہ یا حوالہ عہد نامہ جدید میں موجود ہے۔"

" مقدس صحائف میں اس کتاب کی موجودگی سے نہ تو یہودی خوش ہیں اور نہ عیسائی۔ پہلی اور دوسری صدی عیسوی میں یہودی علماء اس کتاب کی حیثیت کے بارے میں مسلسل مباحثہ کرتے رہے تھے اور انھوں نے صرف عوام کے دباؤ سے مجبور ہو کر اسے قبول کیا تھا۔ عیسائیوں میں بھی اس کی حیثیت مشکوک تھی۔ مارٹن لوتھر نے کہا تھا کہ اگر یہ کتاب نہ ہوتی تو اسے زیادہ خوشی ہوتی اسے ماننے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے کہ اگر پورم (PURIM) تیوہار اس قدر مقبول نہ ہوتا تو اس کتاب میں کوئی ایسی بات نہیں تھی کہ اسے مقدس صحیفہ میں جگہ ملتی۔"

جدید بائبل ڈکشنری (THE NEW BIBLE DICTIONARY) میں بھی اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ " ایران کی تاریخ سے اس قصے کا کوئی ثبوت فراہم نہیں ہوتا اور نہ تاریخ ایران کے متعلق جو کچھ ہمیں معلوم ہے اس میں اس قصے کے لئے کوئی جگہ نکلتی ہے۔" ایک دوسری بائبل ڈکشنری میں کہا گیا ہے کہ " لفظ ہامان شاید ایرانی ہے لیکن ایرانی ماخذوں میں اس کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔"

انسائیکلو پیڈیا ببلیکا (ENCYCLOPADIA BIBLICK) کے مقالہ نگار نے یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ کتاب آستر " محالات و ناممکنات کے تانے بانے سے تیار کی گئی ہے" یہ لکھا ہے کہ اس میں دیے ہوئے تاریخی حوالوں کا لحاظ نہ کرتے ہوئے یہ بات کہی جاسکتی ہے اس کے مصنف کو فن تاریخ نگاری کا کوئی شعور نہیں تھا. . . کتاب آستر کی تاریخی حیثیت کا انکار اب مذہبی علماء اور روایت پسند لوگ بھی کرنے لگے ہیں. . . . اس قصہ کا سب سے اہم جز بالکل غیر تاریخی ہے اور ہم اس نتیجہ پر پہونچنے کے لئے مجبور ہیں کہ یہ پورا قصہ محض افسانہ ہے۔

مذکورہ بالا بیانات سے یہ آشکارا ہے کہ نہ تو کوئی مؤرخ کتاب آستر کے قصہ پر بھروسہ کرسکتا ہے اور نہ اس میں جن کرداروں کا ذکر ہوا ہے خصوصاً ہامان کے تاریخی کردار کو تسلیم کرسکتا ہے۔ آستر کے اس رومانی قصہ کا پس منظر ایران کا بادشاہ اخشویرس (AHASUERUS) کا عہد حکومت ہے۔ محققین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ بادشاہ کون تھا۔ اس سلسلے میں یونیورسل جیوش انسائیکلو پیڈیا کی جلد اول صفحہ ۱۲۷ کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کچھ محققین کہتے ہیں کہ یہ بادشاہ اخویرس (ARTAXERXES) تھا۔ دوسروں کا خیال ہے کہ ارتخرلیس (ARTAXERXES - I) تھا جبکہ کچھ اور لوگ اسے بعد کے مختلف بادشاہوں میں حتیٰ کہ دارا اول تک بتاتے ہیں۔ مذکورہ بالا انسائیکلو پیڈیا میں کہا گیا ہے کہ " ہوشیندر (HOSHIANDER) نے اس کے اخشایرس (ARTAXERXES - II) (قبل مسیح ۳۰۹ - ۴۰۴) ہونے کے سلسلے میں بہت سے دلائل دیئے ہیں اور یہ کہا ہے کہ اس کے لئے ایک دوسرا نام اس لئے استعمال کیا گیا ہے کیونکہ یہودی یونانیوں کو ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے جن کی مدد اس کے پیشرو نے کی تھی۔" ویبسٹر کی لغت سوانح (WEBSTER'S BIOGRAPHICAL DICTIONARY) مطبوعہ ۱۹۵۱ء میں اخورس کے بارے میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ " بائبل میں جو نام استعمال کیا گیا ہے وہ ایران کے دو بادشاہوں میں سے کسی کا ہو سکتا ہے۔"

(۱) وہ بادشاہ جس کا دار السلطنت سوشان۔ موجودہ شوس میں تھا اور جسے اکثر اخورس اعظم (XERXES THE GREAT) بتایا جاتا ہے مگر تاریخی شواہد اس کے خلاف ہیں۔

(۲) دارا کے باپ کا نام ہے۔

ان شواہد کی روشنی میں مراشیو (MARRACCIO) ٹوری (TORREY) اور لیمانس (LAMMENS) کے تمام اعتراضات بالکل ناقابل اعتنا ہوجاتے ہیں جن کی مزید تحقیق کی ضرورت نہیں ہے۔ پروفیسر لیمانس کی یہ خواہش بھی کافی دلچسپ ہے کہ پیغمبر اسلام کی رحلت کے بعد قرآن پر نظر ثانی کی جاتی تو ہامان کو فارس کے بادشاہ کے وزیر کے بجائے حضرت موسیٰ کے زمانے سے فرعون کا وزیر بنانے کی ایسی کھلی ہوئی غلطی کی تصحیح ہوجاتی۔ شاید فاضل پروفیسر کو اس کا افسوس ہے یا اس طرح وہ بادل نخواستہ قرآن کے غیر محرف ہونے کا اعتراف بھی کر رہے ہیں۔

موجودہ تاریخی تحقیق اور آثار قدیمہ کی بازیافت کے نتیجہ میں دنیا کے مشہور ماہرین کی آراء سے ہامان کی تاریخی حیثیت بالکل واضح ہوجاتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرنے والے فرعون کے دربار میں اسے ممتاز حیثیت حاصل تھی۔ چودہ سو سال پہلے نازل ہونے والے قرآن کا بیان ناقابل تردید ہی نہیں اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کتاب کے مصنف نہیں تھے بلکہ یہ خدا کا کلام ہے جو ان پر نازل ہوا تھا۔

مجلس کی تازہ پیشکش

پندرھویں صدی ھجری کے لئے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کا ایک عظیم تحفہ، ایک حیات آفریں پیغام!

تاریخ دعوت و عزیمت حصہ چہارم

یعنی

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی (۹۷۱ - ۱۰۳۴ھ) کی مفصل سوانح حیات ان کا عہد اور ماحول، ان کے عظیم تجدیدی و انقلابی کارنامہ کی اصل نوعیت کا بیان، ان کا اور ان کے سلسلہ مشائخ کا اپنی اور بعد کی صدیوں پر گہرا اثر اور ان کی اصلاحی و تربیتی خدمات۔ اس نصف صدی ہجری کی اہم اور مفید ترین کتابوں میں یہ کتاب شمار ہونے کے قابل ہے۔

معیاری کتابت، آفسیٹ طباعت، مجلد قیمت اردو ایڈیشن علاوہ محصول ڈاک تیئس روپے 23/-

قیمت کتاب پیشگی بھیجنے والوں کو ڈاک خرچ کی رعایت کے ساتھ کتاب رجسٹرڈ بھیجی جائے گی۔

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوہ، لکھنؤ

دینی مدرسہ کے لئے مہتمم کی ضرورت

جامعہ اسلامیہ، بھٹکل کے لئے ایک مہتمم کی ضرورت ہے۔ اس مدرسہ میں عالمیت تک کی تعلیم ہے۔ مہتمم کے علاوہ ایک نگراں کی بھی ضرورت ہے۔ ضرورت مند حضرات ۱۵ دنوں میں ذیل کے پتہ پر درخواست بھیجیں۔

ناظم جامعہ اسلامیہ، بھٹکل

NAZIM JAMIA ISLAMIA BHATKAL (N.K.)

(بقیہ صفحہ ۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم سے پہلے کی امتوں کچھ ایسے لوگ تھے جو جدت پیدا کرتے تھے، اگر میری امت میں کوئی ایسا ہوا تو وہ عمر ہوں گے۔ (رواہ البخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے بارے میں فرمایا: میں اس آدمی سے شرماتا ہوں جس سے فرشتے شرماتے ہیں۔ (رواہ مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ میرے نزدیک ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک ہارون علیہ السلام تھے۔ (رواہ البخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سوکھا پڑتا تھا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کو ساتھ لے کر صلوٰۃ استسقاء پڑھتے تھے، فرماتے اے اللہ ہم تیرے نبی کے واسطے سے بارش طلب کرتے تھے اور تو ہمیں سیراب کرتا تھا اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کو واسطہ بنا کر تجھ سے بارش طلب کرتے ہیں تو ہمیں سیراب فرما، پھر بارش ہوتی تھی۔ (رواہ البخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہر نبی کے خواص ہوتے ہیں، میرے خواص میں زبیر ہیں۔ (رواہ البخاری)

حضرت قیس بن ابوحازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا، میں نے حضرت طلحہ کے ہاتھوں کو شل (از کار رفتہ) دیکھا۔ غزوۂ احد میں انھیں ہاتھوں سے انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے حملہ سے بچایا تھا۔ (رواہ البخاری)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سعد بن مالک (مراد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) علاوہ کسی اور کے لئے (میرے ماں باپ اس پر فدا ہوں) ماں باپ کو ایک ساتھ نہیں ذکر فرمایا۔ فرماتے ہیں میں نے احد کے دن سنا آپ فرمارہے ہیں، اے سعد تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ (متفق علیہ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا ہر امت میں ایک امین ہوتا ہے، اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔ (متفق علیہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سینے سے لگایا اور فرمایا، اے اللہ تو ان کو حکمت سکھا۔ (رواہ البخاری)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں، آپ نے فرمایا عبداللہ (آپ کی مراد عبداللہ بن عمر بن الخطاب سے تھی) نیک آدمی ہیں۔ (رواہ البخاری)

حضرت عبدالرحمن بن یزید سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رنگ روپ اور طور وطریق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ملتا جلتا کون شخص تھا تاکہ ہم اس سے سیکھیں۔ انھوں نے جواب میں فرمایا، ام عبد (یعنی عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ) سے بڑھ کر کسی کو رنگ روپ اور طور وطریق و چال ڈھال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ نہیں پایا۔ (رواہ البخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا میں نے سنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت سے عرش ہل گیا۔ (رواہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، قرآن مجید چار آدمیوں سے پڑھو، ابن مسعودؓ سے اور سالم مولیٰ ابوحذیفہ سے اور ابی بن کعب اور معاذ بن جبل سے۔ (رواہ البخاری)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، میں نے روئے زمین پر چلنے والے لوگوں میں عبداللہ بن سلام کے علاوہ کسی اور کے بارے میں کہتے ہوئے نہیں سنا کہ یہ جنتی ہے۔ (رواہ البخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ قریش کو مخزومی عورت

کے بارے میں فکر ہوئی، انھوں نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی سفارش کے سلسلہ میں) کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب حضرت اسامہ بن زید کے علاوہ اور کون اس کی جرأت کرسکتا ہے۔ (رواہ البخاری)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم جسم کی بناوٹ اور اطوار و عادات دونوں میں میرے مشابہ ہو۔ (رواہ الترمذی)

کوائف دارالعلوم

دارالعلوم میں رمضان المبارک کی تعطیل کی وجہ سے اگرچہ تدریسی مشغولیت نہیں ہے مگر دارالعلوم کے دفاتر اور درجۂ حفظ کے طلبہ اپنے کاموں میں مشغول ہیں۔ دفتر اہتمام میں بڑی تندہی سے نتائج تیار کئے گئے اور طلبہ کے سرپرستوں کو روانہ کردیے گئے۔ سب سے پہلے ثانویہ (معہد دارالعلوم) کا نتیجہ نکلا، اس کے بعد درجۂ پنجم عربی تک کا نتیجہ دوسری قسط میں درجۂ ہشتم عربی تک کا نتیجہ ابھی تک سامنے آیا ہے، آخری درجات کے نتائج کی ترتیب میں کچھ تاخیر ہوتی ہے مگر وہ بھی اب آخری مرحلے میں ہے۔ امید ہے کہ اس ہفتہ ان سندی درجات کے طلبہ کے نتائج بھی سامنے آجائیں گے۔ مجموعی طور سے نتائج بہت اچھے رہے جس سے منتظمین کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

اسی ماہ مبارک میں نئے طلبہ کی درخواستوں کی بھرمار ہوتی ہے۔ ہزاروں طلبہ دارالعلوم میں داخلہ لینے کے خواہشمند ہیں مگر جگہ کی تنگی کی وجہ سے ابتدائی درجہ میں داخلہ کے خواہشمند طلبہ سے معذرت کردی جاتی ہے اور ان کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ دارالعلوم سے ملحق تعلیمی اداروں میں ابتدائی تعلیم حاصل کریں اس سلسلہ میں آمدہ تمام درخواستوں پر غور کرنا اور خواہشمندوں کو جواب روانہ کرنا ایک مستقل مسئلہ ہے مگر دفتر کے منتظمین ان سے نمٹنا خوب جانتے ہیں، رمضان المبارک کے آخر تک تمام طلبہ کو نفی یا اثبات میں جواب روانہ کردیا جاتا ہے۔

اسی ماہ مبارک میں تیسری بڑی مشغولیت اور ذمہ داروں کے لئے فکر واہتمام کی چیز مالیات کی فراہمی ہوتی ہے، وہ اپنے سفراء اور بعض جگہ اساتذہ کو مالیات کی فراہمی کے لئے بھیجنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

اہل خیر سے توقع ہے کہ وہ ہر طرح دارالعلوم کی امداد و اعانت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے اور اپنے دینی و ملی حمیت کا پورا ثبوت دیں گے۔

اس سال بارش نے یوپی میں تمام ریکارڈ توڑ دیئے اور متعدد جگہ سیلاب آگیا، جن میں لکھنؤ اور رائے بریلی دونوں جگہ سیلابی کیفیت ہے۔ ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ، اس ماہ مبارک میں تکیہ رائے بریلی میں مقیم رہتے ہیں، مہمانوں کی خاصی بڑی تعداد بھی رہتی ہے مگر سیلاب نے تکیہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا جس کی وجہ سے قریبی بستی میدان پور میں حضرت مولانا کو منتقل ہونا پڑا، مگر اس کے باوجود رمضان کی مشغولیتوں میں کوئی فرق نہیں پڑا اور حسب معمول تمام پروگرام چل رہے ہیں۔ ایک ندوی فاضل حافظ رضوان احمد ندوی تراویح سنارہے ہیں۔

لکھنؤ میں گومتی کے سیلاب کی وجہ سے اگرچہ دارالعلوم کی عمارت کو نقصان نہیں پہنچا مگر سیلاب سے متاثر ہونے والے پناہ گزیں دارالعلوم کی عمارت میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے، دارالعلوم ان کی دیکھ بھال کر رہا ہے اور وقتاً فوقتاً غلہ بھی ان پناہ گزینوں میں تقسیم کرتا رہتا ہے، امید ہے کہ یہ پناہ گزیں سیلاب اترتے ہی واپس اپنے گھروں کو چلے جائیں گے۔

(نیاز احمد ندوی)

مطالعہ کی میز پر

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہیں

شمس تبریز خاں

۱۔ ہندوستان میں عربی علوم وفنون کے ممتاز علماء اور ان کی خدمات:

از: ڈاکٹر محمد یونس صاحب ندوی نگرامی، صفحات ۲۵۶، قیمت: پندرہ روپے

پتہ: مکتبہ طیبہ $\frac{۲۰۷}{۲۸}$ C ڈیوڑھی آغا میر لکھنؤ

مشرقی زبانوں کی خصوصاً عربی وفارسی کی خدمت میں ہندوستان کسی بھی اسلامی ملک سے پیچھے نہیں رہا ہے مگر اس کی گرانقدر خدمات کی مفصل و مستند تاریخ اب تک نہیں لکھی جاسکی۔ اور مولانا حکیم عبدالحی صاحبؒ اور ڈاکٹر زبید احمد صاحب کی کتابوں کے علاوہ کوئی اہم کتاب اس موضوع پر نہیں آسکی، اللہ جزائے خیر دے ڈاکٹر محمد یونس صاحب نگرامی ندوی کو جنھوں نے ۱۸۵۷ء کے بعد کے عربی نویسانِ ہند کا ایک دلکش مرقع تیار کردیا، یہ ان کی ڈاکٹریٹ کا مقالہ تھا جس میں تفصیل کی گنجائش نہیں تھی اس لئے کچھ تشنگی محسوس ہوتی ہے تاہم اپنے طور پر پوری تحقیق وتفتیش کی کوشش کی گئی ہے اور تفسیر وحدیث، فقہ ولغت، فلسفہ ودینیات، تاریخ اور سفر وادب کے ممتاز علماء کی عربی میں خدمات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

پہلے باب میں ۱۸۵۷ء سے پہلے کے عربی نگاروں کا بھی اجمالی تذکرہ آگیا ہے۔

کتاب اپنی جامعیت اور موضوع کی وسعت کے لحاظ سے بہت ہی قابل قدر ہے اور اس سے ہندوستان کے عربی ادب کا کوئی طالب علم مستغنی نہیں ہوسکتا، آئندہ اس موضوع پر کام کرنے والے لوگ اس سے مستفید ہوتے رہیں گے۔

متعدد عربی نویس اندراج سے رہ گئے ہیں جیسے دبستانِ ندوہ میں مولانا شبلی، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا محمد ناظم ندوی وغیرہ۔ امید ہے کہ آئندہ اڈیشن میں ہر حقدار کو اس کا پورا حق مل جائے گا اور کتاب اپنی جامعیت و افادیت میں اور بڑھ جائے گی۔

۲۔ النفحۃ العنبریہ شرح مقدمہ جزریہ:

از: مولانا قاری ابوالحسن صاحب اعظمی قاسمی، صفحات ۴۰۸، قیمت بیس روپے

ناشر: شعبہ تصنیفات علمیہ۔ مدرسہ اصغریہ، دیوبند، ضلع سہارن پور

علامہ جزری علامہ شاطبی کی طرح بہت سے علوم وفنون پر نظر رکھتے تھے مگر ان کا خاص موضوع علم تجوید وقرأت ہے جس میں ان کی متعدد تصانیف ہیں جن میں ان کی نظم "مقدمہ جزریہ" بہت مقبول و متداول ہے اور ہر زمانے کے مشاہیر علماء جیسے شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ، ملا علی قاریؒ، علامہ قسطلانیؒ، ملا شکبری زادہؒ اور مولانا کرامت علی جون پوریؒ نے اس کی شرحیں لکھی ہیں اب یہ سعادت مولانا قاری ابوالحسن صاحب اعظمی کے حصے میں آئی ہے اور انھوں نے اس مقدمہ کو بنیاد بنا کر علم تجوید پر ایک مفصل و مدلل کتاب تیار کردی ہے۔

مقدمۂ کتاب میں انھوں نے تدوین قرآن اور پھر تجوید کی منتخب تصانیف کا تفصیلی جائزہ بھی پیش کیا ہے پھر مصنف کتاب کا تعارف کرایا، پھر مختلف ابواب کے تحت مسائل تجوید کی وضاحت اور مقدمہ جزریہ کی محققانہ شرح کرتے گئے ہیں۔

قاری ابوالحسن صاحب اعظمی کو اللہ تعالیٰ نے تجوید سے خاص ذوق ومناسبت عطا کی ہے جس کا نمونہ ان کی سابقہ کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت قبول کرے اور اسے مسلمانوں میں مقبول بنائے۔

۳۔ تحدید نسل اور اسلامی تعلیمات:

از مولوی محمد عبیداللہ اسعدی بستوی

صفحات: ۱۵۲ قیمت

پتہ: اسلامک بک سنٹر، سلام نگر، لکھنؤ

تحدید نسل اور فیملی پلاننگ سے متعلق لائق مؤلف نے تفسیری حدیثی، فقہی مآخذ ومراجع سے اسلامی تعلیمات یکجا کردی ہیں اور اس سلسلے کی اسلام کی عمومی تعلیمات وہدایات کی روشنی میں جمہور کے مسلک کو معذرت خواہانہ انداز کے بجائے جرأت کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور مسئلے کے ہر پہلو پر نصوص ودلائل فراہم کئے ہیں۔ تاہم اس مسئلے پر مزید دقت نظر اور تحقیق وتفصیل کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ خصوصاً جواز عزل کے منشا ومدعا کی مزید تشریح وتنقیح کی بہت ضرورت ہے جو اس مسئلے کی کلید کی حیثیت رکھتا ہے۔ کتاب بڑے متنازعہ موضوع پر ہونے کے سبب سب کے پڑھنے اور غور کرنے کی ہے ہم نوجوان مصنف کو ان کی اس قابل قدر علمی کاوش پر مبارکباد دیتے ہیں۔

۴۔ فقہ الزکوٰۃ

تالیف: ڈاکٹر یوسف القرضاوی۔ ترجمہ وتلخیص: شمس پیرزادہ

سائز $\frac{۲۲×۱۸}{۲}$، صفحات: ۶۸۸ قیمت:

کتابت وطباعت مناسب، کاغذ عمدہ

ملنے کا پتہ: ادارہ دعوۃ القرآن ۵۹۔ محمد علی روڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۳

محترم شیخ جناب یوسف القرضاوی صاحب عالم اسلام کے ایک مشہور ومعروف فاضل اہل قلم ہیں اس کتاب کے علاوہ موصوف اور بھی کئی علمی کتابوں کے مصنف ومرتب ہیں۔ ان کی یہ کتاب فقہ الزکوٰۃ عالم اسلام میں قبولیت حاصل کرچکی ہے، اس کا ترجمہ مولانا شمس پیرزادہ نے کیا ہے اور ادارہ دعوۃ القرآن کی جانب سے شائع ہوا۔

موصوف کی یہ جامع مدلل اور محققانہ کتاب جس میں اسلام کے نظام زکوٰۃ کو پوری تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور جدید مسائل مثلاً پراویڈنٹ فنڈ، کمپنی، بونس، کرایہ کے مکانوں اور کارخانوں وغیرہ کی زکوٰۃ پر خاطر خواہ بحث کی گئی اس کی گوناگوں خصوصیات کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ زکوٰۃ کے موضوع پر ایسی جامع مدلل اور بلند پایہ کتاب نہ عربی میں لکھی گئی اور نہ اردو میں۔ شروع میں اس کا مقدمہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنے مبارک ہاتھوں سے قلم بند فرمایا ہے، اس کتاب کی خوبیوں کا اندازہ مولانا موصوف کے ایک ہی جملہ سے لگایا جاسکتا ہے جو انھوں نے اپنے مقدمہ میں فرمایا ہے:۔

"زکوٰۃ کے موضوع پر یہ کتاب ایک انسائیکلوپیڈیا کا درجہ رکھتی ہے۔"

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک اس کے مؤلف اور مترجم دونوں کو جزائے خیر دے اور ادارہ دعوۃ القرآن کی یہ سعی قبول فرمائے اور عالم اسلام کے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمائے۔ (آمین)

(ف ۱)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی دل آویز کتاب

سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

جدید اڈیشن

عصر حاضر کی مشہور شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری کے حالات زندگی ان کے نمایاں صفات، ان کا انداز تربیت توازن و جامعیت، تعلق مع اللہ اور معرفت و سلوک کا ایمان افروز تذکرہ،

قیمت مجلد: پندرہ روپے صرف ۱۵/=

مکتبۂ اسلام ۳۷۔ گوئن روڈ لکھنؤ ۱

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ سے کم پرچوں پر ایجنسی نہیں دی جائے گی۔

۲۔ فی کاپی دو روپیہ کے حساب سے زر ضمانت داخل کرنا ہو گا جو ایجنسی ختم ہونے کی صورت میں واپس کر دیا جائے گا۔

۳۔ ہر ماہ بل کی ادائیگی لازم ہے، عدم ادائیگی کی صورت میں زر ضمانت سے رقم وضع کر کے ایجنسی بند کر دی جائے گی۔

۴۔ پانچ سے ۵۰ پرچوں تک ۲۵٪ پچاس سے زائد پر ۳۳٪ کمیشن دیا جائے گا۔

تعمیر حیات میں اشتہار

دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں

بقیہ صفحہ

رویت ہلال: اگر مطلع بالکل صاف ہو تو عید کے چاند میں ایک بڑی تعداد کا دیکھنا معتبر ہو گا اگر ایک دو آدمی دیکھ لیں تو ان کے دیکھنے کو سند نہیں بنائیں گے۔ لیکن اگر مطلع صاف نہ ہو تو رمضان کے چاند میں ایک مسلمان کا خبر دینا کافی ہو گا خواہ وہ مرد یا عورت مگر شرط یہ ہے کہ فاسق یا فاجر نہ ہو۔ عید کے چاند کے لئے دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں جب یہ کہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے مگر اس میں بھی وہی شرط مذکور ہے کہ فاسق یا فاجر نہ ہوں۔

ترکیب نماز عید: پہلی تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ کر سبحانک اللھم آخر تک پڑھے اور دوسری و تیسری تکبیر میں ہاتھ چھوڑ دیے جائیں اور چوتھی تکبیر میں ہاتھ باندھ لئے جائیں۔ امام سورہ فاتحہ اور کوئی سورہ پڑھے اور مقتدی خاموش رہیں۔

دوسری رکعت میں بعد فاتحہ اور سورت کے تین مرتبہ تکبیر کہیں اور ہر بار ہاتھ اٹھا کر چھوڑتے رہیں۔ پھر بغیر ہاتھ اٹھائے چوتھی تکبیر کہتے ہوئے رکوع کریں۔ اس نماز کا وقت آفتاب بلند ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور زوال سے پہلے تک رہتا ہے۔ نماز کے بعد امام خطبہ ماثورہ پڑھے اور مقتدی خاموشی کے ساتھ سنیں۔ خطبہ کے بعد دعا ثابت نہیں ہے بلکہ نماز کے بعد ہی دعا سے فراغت کر لیں۔ نماز عید الفطر سے قبل کوئی میٹھی چیز کھانا مستحب ہے۔

قابلِ مطالعہ

مجلس دعوۃ الحق۔ کڈی۔ اتر گجرات۔ کی پیش کش

نقشہ دینی نصاب

اگر بچوں کو ابتدائی قاعدہ ہی سے مدرسین کرام حروف کے مخارج اور میم و نون کے اظہار و اخفاء وغیرہ اور لام و راء کے باریک و پُر پڑھنے کے قواعد کا خیال رکھتے ہوئے پڑھائیں تو بچے ابتداء ہی سے قاری ہو جائیں۔ چنانچہ اس سلسلہ کے ضروری قواعد آسان عبارت میں اختصار کے ساتھ اس نقشہ میں لکھ دیے گئے ہیں نیز سرکاری اسکولوں میں جانے والے بچوں کے لئے کم وقت میں پڑھایا جانے والا دینی نصاب اور تعلیم و تربیت کے بارے میں کچھ مفید ہدایات بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ الغرض یہ نقشہ مکاتب اسلامیہ کے مدرسین کرام کی خدمت میں ایک بیش قیمت تحفہ ہے۔ قیمت صرف ۵۰ پیسے

گجراتی نصاب

دینی مضامین کے ساتھ گجراتی زبان سکھانے والی کتابیں۔

گجراتی تختی	قیمت	۵۰ پیسے
ایمان بال پوتھی	"	۲/۵۰
اسلامی پہلی چوپڑی	"	۴/-

کلام صوفی

حضرت صوفی سید عبد الرب صاحبؒ کی شخصیت علمی، دینی اور ادبی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں، موصوف سلسلہ تھانوی سے منسلک ایک مثالی مرد مومن، اسلام کے وفادار مجاہد اور "لایخافون فی اللہ لومۃ لائم" کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ واہب حقیقی نے آپ کو ذوقِ سخن اور کمالِ شاعری سے بھی بھرپور نوازا تھا۔ حضرت صوفی صاحبؒ نے کلام کی ہر صنف محمود پر طبع آزمائی کی ہے۔ مگر حرارت ایمانی، جذبۂ اصلاح اور للّٰہیت آپ کے کلام کی روح ہے جو ہر پڑھنے اور سننے والے کے قلب کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ صوفی صاحبؒ کے اس ایمانی ادبی ذخیرہ کا انتخاب "کلام صوفی" کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم اور حضرت شاہ محمد ابراہیم صاحب ایم۔ اے مدظلہم العالی کے قیمتی مقدمات نے کتاب کی افادیت کو دوچند کر دیا ہے۔

سائز ۱۸×۲۲ ۔ صفحات ۵۰۰ سے زائد

کتابت، طباعت، کاغذ، جلد ہر چیز معیاری۔

قیمت: پچیس روپے 25/-

تحریک ایمان

دینی دعوت اور تبلیغی جد و جہد کے بارے میں حضرت صوفی عبد الرب صاحبؒ نے ایک غیر معمولی طویل ترین نظم کہی تھی جس میں دنیا کے عام شر و فساد اور خاص کر مسلمانوں کی دینی بربادی پر خون کے آنسو بہائے ہیں اور امت کے اہل درد کو توجہ دلائی ہے کہ بے طلب عوام مسلمین کی خبرگیری اور اللہ و رسول اور دین سے ان کا تعلق جوڑنے کے لئے تبلیغی جماعتوں کے طرز پر عمومی دینی دعوت اور اصلاحی جد و جہد کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے صوفی صاحبؒ نے یہ سارے مضامین بڑے مؤثر اور پُر درد انداز میں ادا کئے ہیں۔ اسی کے ساتھ اس تبلیغی کام کے اصول و آداب اور اس پر خداوندی نصرت کے وعدوں کا بیان اور اسی سلسلہ کے دوسرے مضامین ہیں۔ کتاب شروع میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم کے مفصل اور مؤثر پیش لفظ نے کتاب کی افادیت کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ قیمت دو روپے ۲/-

نوٹ: تاجر حضرات کے لئے خصوصی رعایت۔

زبانی نصاب

یعنی

ماثورہ دعائیں اور اسلامی آداب

اس کتاب میں روزمرہ ضروریات کی مسنون دعائیں کلمے اور نماز پنجگانہ، نماز جنازہ وغیرہ کی دعائیں ترجمہ کے ساتھ۔ نیز کھانے، پینے، سونے کپڑا پہننے، مجلس میں بیٹھنے، بڑوں سے ملنے، مسجد میں جانے وغیرہ وغیرہ کے اسلامی آداب، نیز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کا مختصر آئینہ اور آپ کے خاص گھر والوں کے نام وغیرہ نہایت ضروری باتیں جمع کر دی گئی ہیں۔ ساتھ ہی ایمانی جذبہ کو ابھارنے والی، ماں باپ کے حقوق کی اہمیت دلانے والی نظمیں بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ الغرض یہ کتاب ہر مسلمان گھر کے لئے ضروری چیز اور ایمانی تحفہ ہے۔ مکاتب اسلامیہ کے نصاب میں داخل کرنے کے لائق کتاب۔ خوبصورت ٹائیٹل کے ساتھ۔

قیمت: چار روپے ۴/-

ملنے کا پتہ: محمد یونس صدیقی خادم مدرسہ دعوۃ الحق کڈی۔ اتر گجرات

KADI (N. GUJRAT)

دار العلوم ندوۃ العلماء —— خدمات و ضروریات

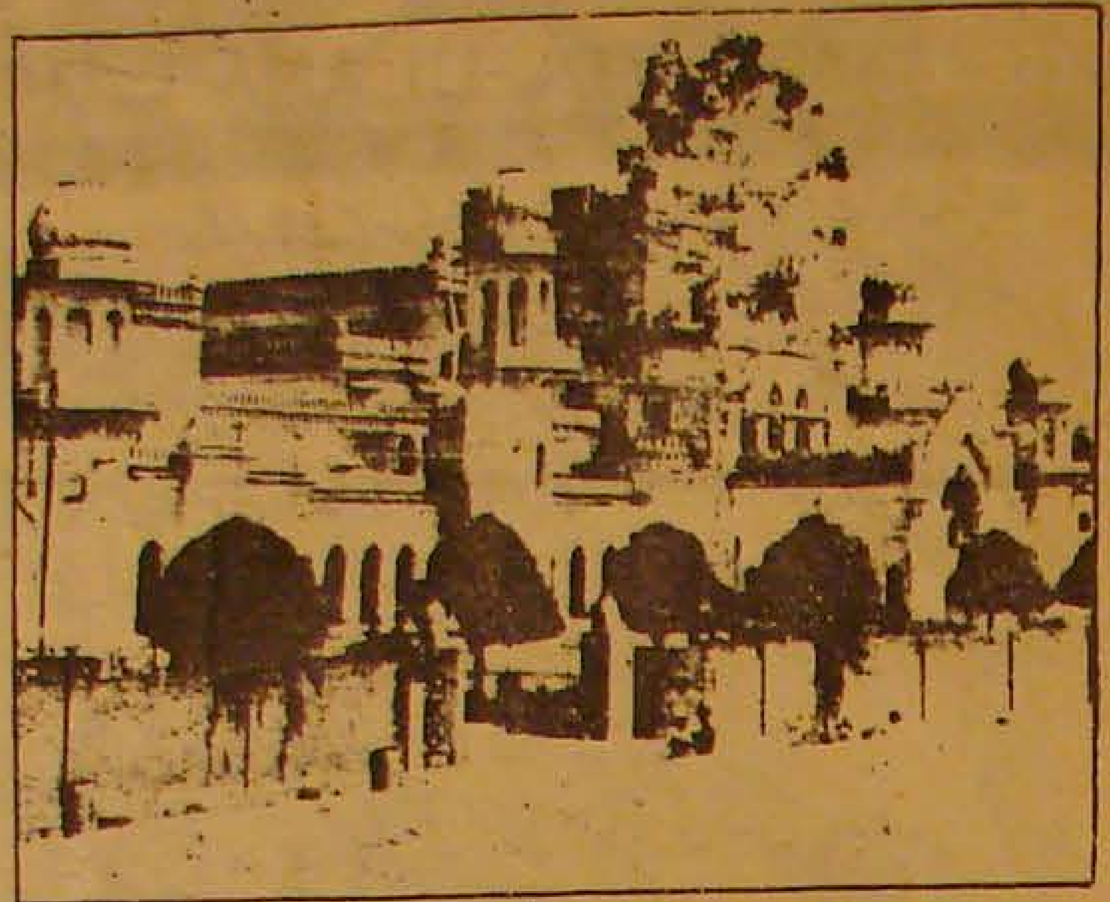

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین سیدنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

دار العلوم ندوۃ العلماء محتاج تعارف نہیں ہے۔ اس کے قیام کو ۹۰ برس ہو گئے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس اثناء میں اس نے گرانقدر علمی اور دینی خدمات انجام دی ہیں۔ تصنیف و تالیف، درس و تدریس، پند و مواعظ غرض ہر شعبہ میں اسکے فرزندوں اور سرپرستوں نے قابل قدر کام کیے ہیں۔ خوش قسمتی سے تقریباً بائیس برس سے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کی اس کو توجہ اور سرپرستی حاصل ہے جنکے دور نظامت میں اسکی شہرت دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکی ہے اور بجا طور پر آج وہ ایک عظیم اسلامی مرکز بن گیا ہے نیز اس نے ایک بین الاقوامی دینی درسگاہ کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ ندوہ کو دینی روح اور دعوتی جذبہ سے بھی نوازا ہے۔ سالہا سال سے اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت اور دینی زندگی کے فروغ کے لئے اسکے طلبہ، اساتذہ اور کارکنان بڑی سرگرمی سے کوشاں ہیں، تبلیغ و دعوت کی جانب خاص طور سے متوجہ ہیں (طلبہ اپنے تعلیمی مشاغل اور علمی و ثقافتی سرگرمیوں کیساتھ ساتھ جو ندوۃ العلماء کا ہمیشہ سے طرۂ امتیاز رہا ہے، دینی زندگی میں بھی ممتاز ہیں) جناب ناظم صاحب ندوۃ العلماء کی فکری رہنمائی اور عملی نگرانی میں وہ علم دین کے مراحل بڑی خوبی و خوش اسلوبی سے طے کر رہے ہیں، ان علمی و روحانی مشاغل میں انہماک کے ساتھ طلبہ کی صحت و ورزش، خورد و نوش وغیرہ کی جانب بھی خصوصی توجہ کی جا رہی ہے۔

اسوقت دار العلوم ندوۃ العلماء میں ہندوستان کے مختلف علاقوں کے علاوہ ملیشیا، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، جنوبی افریقہ، ترینداد، یوگنڈا اور دوسرے ممالک کے طلبہ بھی زیر تعلیم ہیں مختلف ملکوں سے برابر داخلے کی درخواستیں آتی رہتی ہیں، اللہ کے فضل سے عرب ممالک میں ندوہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اندرون و بیرون ملک کے مسلمانوں کی توجہ اسکی تعلیم و تربیت سے استفادہ کی خواہش روزافزوں ہے۔ ان اسباب کی بنا پر داخلوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے جس کی وجہ سے مزید نئی اقامتگاہوں کی بیحد ضرورت ہے اسکے علاوہ دار العلوم کے مختلف شعبوں مثلاً دفاتر، لائبریری وغیرہ کے لئے علیحدہ مستقل عمارتیں درکار ہیں، انہی ضروریات کو سامنے رکھ کر مدرسہ ثانویہ کی نئی عمارت (جس کا نام اب معہد دار العلوم ہے) کی تکمیل تیزی کے ساتھ ہو رہی ہے اسکا تعمیری کام اختتام کے قریب ہے اسی کے ساتھ اللہ کا نام لیکر طلبہ کی نئی اقامتگاہ "رواق اطہر" کا سنگ بنیاد ۸ مئی سنہ ۱۹۷۷ء کو رکھا گیا تھا جس کا ایک گوشہ تیار ہو گیا زیر استعمال ہے اور دوسرا گوشہ زیر تعمیر ہے۔

"معہد دار العلوم" میں جس کو ایک معیاری مدرسہ ثانویہ بنایا جا رہا ہے باوجود وسعت کے گنجائش ختم ہو چکی ہے اور امسال کثیر تعداد میں طلبہ کو واپس کیا گیا ہے، اسی طرح دار العلوم میں بھی بہت سے داخلے محض انہی مجبوریوں کی بنا پر نہیں کئے جا سکے۔ یہ صورت حال ذمہ داران دار العلوم کے لئے باعث فکر ہے اور محض جگہ کی تنگی کی وجہ سے شائقین علم دین کو واپس کرنا نیز مقیم طلبہ کی بڑھتی ہوئی دشواریاں اور ضرورتیں انکی فکر و بے چینی میں مزید اضافہ کا باعث ہیں۔ علاوہ ازیں عمارتوں اور ضروری تعلیمی سامان کی کمی کی وجہ سے بہت سے مفید علمی و دینی منصوبے پوری توجہ اور یکسوئی کے محتاج رہتے ہیں۔ ہماری خواہش اور درخواست ہے کہ آپ میں سے جن حضرات کو اللہ تعالیٰ توفیق دیں اور سہولت ہو وہ اپنی تشریف آوری سے حسب موقع ہمیں سرفراز فرمائیں خود آ کر ان نونہالان چمن کو دیکھیں، انکی ضروریات کو سمجھیں فی الوقت جو کام شروع کئے جا چکے ہیں یا مستقبل قریب میں فوری توجہ کے مستحق ہیں انکی تفصیل درج ذیل ہے۔

رواقِ اطہر

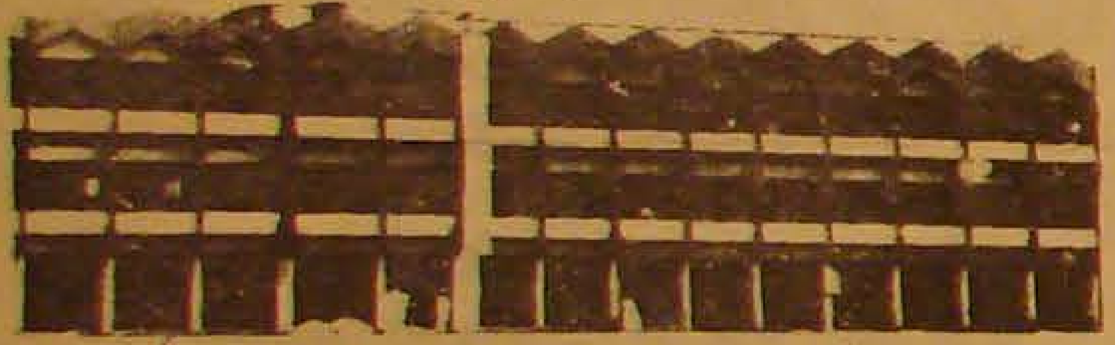

طلبہ کی اس سہ منزلہ عمارت کا مغربی حصہ جو تیس کمروں پر مشتمل ہے مکمل ہو گیا ہے اور اس میں طلبہ رہنے لگے ہیں اس کا مشرقی حصہ تکمیل کے آخری مرحلہ میں ہے۔ اس عمارت میں دو بڑے ہال بھی ہیں جو طلبہ اور دار الاقامہ کی علمی و ثقافتی ضروریات میں کام آسکیں گے مکمل ہو گئے ہیں اس میں مجموعی طور پر دو سو چالیس طلبہ قیام کر سکیں گے۔

معہد دار العلوم

معہد دار العلوم (یا مدرسہ ثانویہ) یہ عمارت فی الوقت دو منزلہ ہے جس میں ۴۰ کمرے اور دو ہال ہیں۔ اس عمارت کے دونوں ہال فی الوقت چھوٹے بچوں کی رہائش گاہ کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں (اس عمارت کے دونوں بازوؤں کو سائیکل اسٹینڈ اور وضوخانہ کا خوبصورت شیڈ ملاتا ہے) چھوٹے بچوں کی نماز باجماعت ایک ہال میں ہوتی ہے۔ اس عمارت کی تیسری منزل بھی زیر تعمیر ہے۔